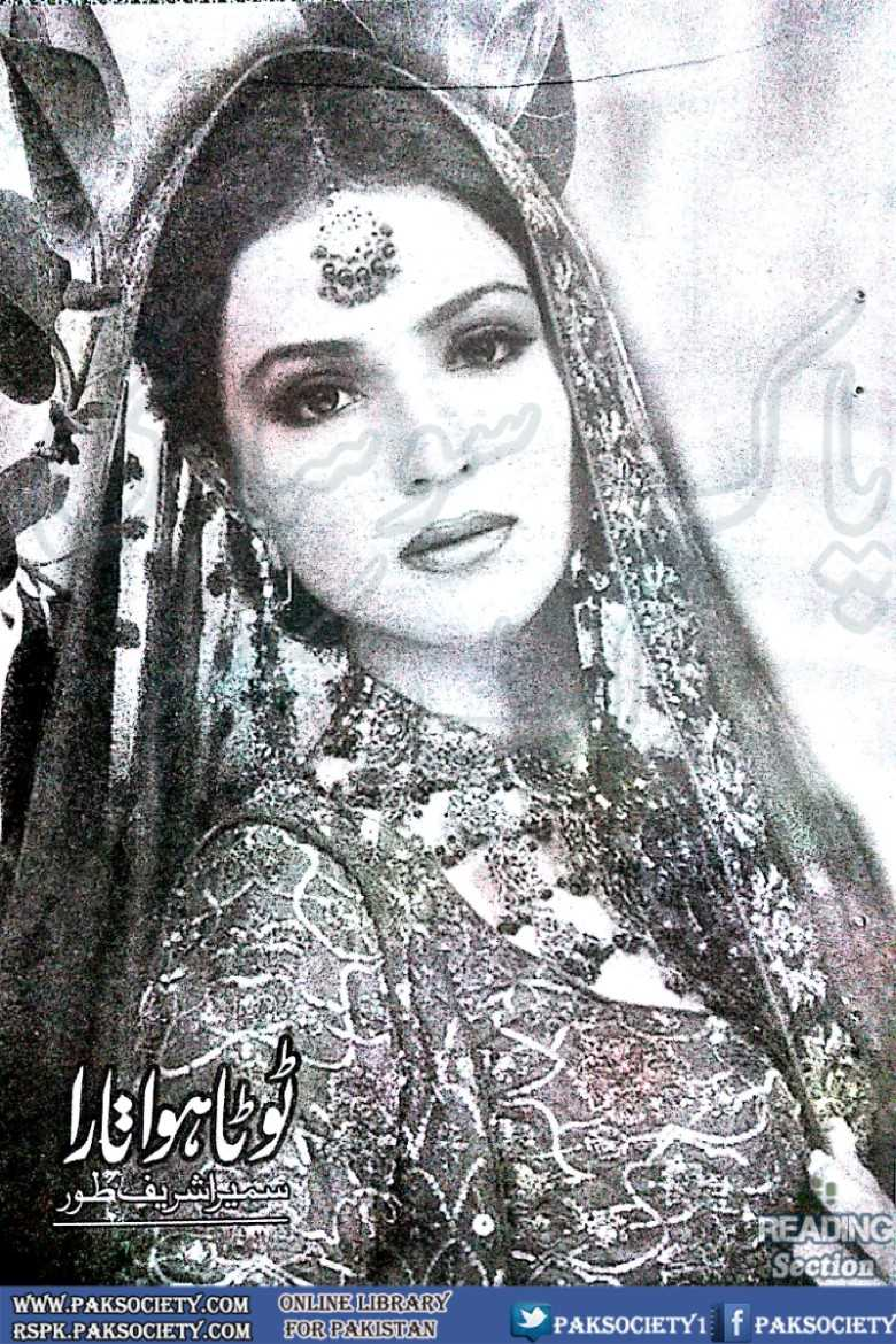

ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور
READING
Section

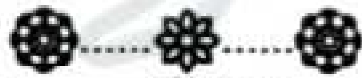
اک وہم ہے یہ دنیا اس میں
کچھ کھوؤ تو کیا اور پاؤ تو کیا
ہے یوں بھی زیاں اور یوں بھی زیاں
جی جاؤ تو کیا، مر جاؤ تو کیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

زیب النساء حیات علی کی آمد کا سن کر بہن کے گھر سے واپس آتی ہے لیکن حیات علی ملک سے باہر جا چکا ہوتا ہے۔ زیب النساء واپس بہن کے گھر جانے کے بجائے وہیں رک جاتی ہے مگر زیب النساء کی زندگی کو مزید مشکل بنانے کے لیے اس کا باپ صفدر واپس آ کر زبردستی اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ شہوار ماں جی کے ساتھ اسپتال آتی ہے اور پھر سب کے اصرار پر اس کی ساتھ گھر آ جاتی جہاں انا اس کے گلے لگ کر شدت سے روتی ہے اور پھر کاشفہ کی بلیک میلنگ بتا کر شہوار کو ششدر کر دیتی ہے۔ ہادیہ اور رابعہ دونوں ہی بہت خوش ہوتی ہیں ہادیہ کا نکاح ابوبکر سے ہونے جا رہا ہوتا ہے یہ خبر رابعہ عباس کی کال آنے پر اسے سنا کر خوشی و حیرت میں ڈال دیتی ہے اور ساتھ ہی شادی میں آنے کی دعوت بھی دیتی ہے۔ کاشفہ انا کو ایگری منٹ سائن کرنے کو کہتی ہے انا کے انکار پر کاشفہ اس پر تشدد کرتی ہے اور دھمکیاں دیتی ہے لیکن انا اس کے کسی بھی دباؤ میں نہیں آتی تو کاشفہ جیدی (کاشفہ کا خاص دوست) اسے اشارہ کر کے کمرے سے نکل جاتی ہے۔ انا کو اپنی عزت خطرہ میں محسوس ہوتی ہے بالآخر وہ مجبور ہو کر کاشفہ کی بات مان کر ایگری منٹ سائن کر دیتی ہے۔ زیب النساء کی طبیعت اب دن بہ دن خراب ہوتی جاتی ہے صفدر بھی اب کم ہی گھر پر رہتا تھا۔ چوہدری سراج نے اسے جتنے پیسے دیئے تھے وہ اب ختم ہوتے جا رہے تھے اور اس کا شیطانی ذہن ایک اور منصوبہ بنا رہا تھا۔ زیب النساء کی گود میں بیٹے کی صورت حیات علی کی نشانی آ گئی تھی۔ وہ مطمئن و خوش تھا مگر صفدر لالچ میں اندھا ہو کر زیب النساء کو حویلی لے جاتا ہے اس کا خیال تھا کہ بابا صاحب پوتے کی خوش خبری سن کر اس کے ہاتھوں بلیک میل ہو جائیں گے اور اب کی بار وہ ایک بڑی رقم ان سے وصول کرے گا لیکن چوہدری سراج علی صفدر کو قید میں ڈال دیتے ہیں۔ زیب النساء کو بخش دین (حیات علی کا ملازم) اپنے پاس روک لیا تھا جس کی وجہ سے زیب النساء سراج علی کی قید میں جانے سے بچ جاتی ہے اور حویلی سے نکل کر مہر النساء کے پاس آ جاتی ہے۔ حیات علی کو مسلسل زیب النساء کا خیال ستا رہا تھا وہ واپس پاکستان آنا چاہتا تھا لیکن سراج علی منع کر کے اسے کچھ دن مزید وہاں رہنے کے لیے کہتے مگر اب حیات علی مزید رکنے پر آمادہ نہیں تھے وہ اپنا ویزہ لے کر گھر سے نکلتا ہے لیکن ایک حادثہ کا شکار ہو کر ہسپتال پہنچ جاتے ہیں۔ زیب النساء کی زندگی بہن کے گھر آ کر مزید تنگ ہو جاتی ہے مہر النساء کا شوہر کوئی نہ کوئی ایسی حرکت جس پر زیب النساء ڈر جاتی ہے۔ مہر النساء زیب النساء کو اپنی نند کے گھر بھیج دیتی ہے ان سب باتوں کو جان کر آپا صفیہ کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہوتا ہے اور وہ اولاد کی نعمت سے بھی محروم ہوتی ہیں۔ آپا صفیہ زیب النساء کو اپنے پاس رکھ لیتی ہیں لیکن کچھ دن بعد ہی زیب النساء کی زندگی کا باب بند ہو جاتا ہے اور فیضان کی ساری ذمہ داری آپا صفیہ پر آ جاتی ہے۔ حیات علی کو ٹھیک ہونے میں

ایک سال کا عرصہ لگ جاتا ہے وہ صحت یاب ہوتے ہی پاکستان لوٹتے ہیں لیکن اب زیب النساء کی کوئی خبر نہیں ملتی وہ مہر النساء سے مل کر زیب النساء کی خیریت معلوم کرنا چاہتے ہیں لیکن مہر النساء ملنے سے انکاری کردیتی ہے۔ صفدر کافی عرصے بعد چوہدری سراج علی کی قید سے رہا ہوکر مہر النساء کے پاس آتا ہے اور اس سے زیب النساء کے حوالے سے معلوم کرکے رنجیدہ ہوکر معافی مانگتا ہے اور فیضان سے ملنے کی ضد کرتا ہے۔ زیب النساء صفدر کو فیضان کا ایڈریس دے دیتی ہے' صفدر کا سازشی دماغ ایک بار پھر کام کرتا ہے اور وہ فیضان کو لے کر غائب ہوجاتا ہے۔ مہر النساء حیات علی کو بابا صاحب کی تمام سازشوں سے آگاہ کرتی زیب النساء کی موت کا بتا کر اسے فیضان کی گمشدگی کا بتا کر غم سے آشنا کردیتی ہے۔ حیات علی اپنے بیٹے کی تلاش شروع کردیتے ہیں بالآخر ایک یتیم خانہ میں ان کو اپنا فیضان مل جاتا ہے اب حیات علی اس کو خود سے جدا نہیں کرنا چاہتے لیکن اس کی ملاقات اپنے دوست سبحان سے ہوتی ہے جس کی ابھی تک اولاد نہیں ہوتی' سبحان حیات علی سے فیضان کو اڈاپٹ کرلیتا ہے۔ وقت اپنی تیز رفتاری سے گزر رہا ہوتا ہے اب بچے بڑے ہوجاتے ہیں۔ انا کی ولید سے محبت اس کے دل میں ٹوٹے تارے کی مانند روشن ہے گو کہ وہ شہوار کو سب بتا کر کسی حد تک مطمئن ہوجاتی ہے لیکن اب ولید اور اس کے درمیان کاشفہ کے ساتھ حماد بھی موجود ہوتا ہے وہ اس وقت سب بھلا کر صرف ولید کی زندگی کی دعا مانگ رہی ہوتی ہے۔

اب آگے پڑھیے



''حماد آپ دونوں کے درمیان کیسے آ گیا تھا؟'' مصطفیٰ پوچھ رہا تھا اور انا کو لگ رہا تھا کہ جیسے شدت غم سے بس اس کا دل پھٹنے کو ہے۔ وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا کر شدت سے روئی تو مصطفیٰ نے نہایت ترحم آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''انا......'' مصطفیٰ نے دوبارہ پکارا تو انا نے سر اٹھا کر دیکھا اس سے پہلے کہ مصطفیٰ کوئی سوال کرتا اس کا موبائل بجنے لگا تھا۔

''مصطفیٰ کہاں ہو؟'' کال ریسیو کرتے ہی مصطفیٰ کو احسن کی تیز آواز سنائی دی۔

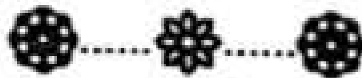
''کیوں خیریت؟'' ایک نظر روتی آنسو صاف کرتی انا پر ڈال کر وہ دوسری طرف متوجہ ہوا تھا۔

''ولید کی کنڈیشن میں کچھ چینج آیا ہے' ڈاکٹرز اور نرس کمرے میں ہیں' ہمیں کمرے سے باہر نکال دیا ہے۔'' دوسری طرف سے ملنے والی اطلاع ایسی تھی کہ مصطفیٰ کا دل ایک دم سکڑ کر پھیلا تھا۔

''میں ابھی آیا۔'' اس نے فوراً کال بند کی اور انا کو دیکھا جس کے چہرے پر مصطفیٰ کی پریشان صورت دیکھ کر گھبراہٹ پیدا ہوگئی تھی۔

''کیا ہوا؟''

''ولید کی طبیعت ٹھیک نہیں' جلدی چلو۔'' انا کو لگا کہ جیسے کسی نے اس کی سماعت پر دھماکا کردیا ہو۔ مصطفیٰ تیزی سے اوپر کی طرف بھاگا اور انا منہ پر ہاتھ رکھے وہیں ساکت رہ گئی تھی' اسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے جسم سے ابھی جان نکلنے والی ہے۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا اور ہاتھ پاؤں بالکل ٹھنڈے ہوگئے تھے' اس نے لرزتے ہاتھوں سے خود کو گرنے سے بچانے کے لیے بے اختیار دیوار کا سہارا لیا تھا۔



سکندر کو اصل زندگی کا اندازہ پاکستان آ کر ہوا تھا۔ لوگوں کا مزاج' ان کا رویہ' باتیں...... سکندر کو ایک الگ ہی دنیا

کے لوگ لگے تھے۔ اس کے معاملے میں انتہائی تند مزاج اور تنگ نظر۔ ہر ایک کی زبان پر ایک ہی بات ہوتی تھی کہ وہ سبحان احمد کا لے پالک بیٹا ہے۔ وہ سب لوگ سبحان احمد کی جائیداد پر نظر رکھے ہوئے تھے ایسے میں انہیں سبحان احمد متبنی کیسے بھا سکتا تھا؟ سکندر پریشان ہوگیا تھا وہ نہ ایسے لوگوں کا عادی تھا اور نہ ہی ایسے رویوں کا۔

''یہ سب لوگ چاہتے تھے کہ ہم ان کے بچوں میں سے کسی کو اڈاپٹ کرلیتے لیکن حیات علی سے ایسی دوستی تھی کہ ہم نے تمہیں اڈاپٹ کرلیا اور ان کو بس یہی بات تم سے بدظن کردیتی ہے۔ تم دل چھوٹا مت کرو یہ سب لالچی لوگ ہیں انہیں ہم سے کوئی غرض نہیں بس ہماری جائیداد سے واسطہ ہے۔'' ایک دن وہ کسی چچا کے رویے کی وجہ سے سخت پریشان تھا تو حاجرہ نے محبت سے سمجھایا تھا اور پھر اس دن کے بعد اس نے بھی سمجھ لیا تھا کہ یہ رشتے' بیناطے اس کے حقیقی نہیں۔

اس نے بہت پُروقار زندگی گزاری تھی' زندگی میں پہلی بار لے پالک ہونے کا طعنہ سنا تو اسے اپنے حقیقی باپ سے بھی شکایت پیدا ہوگئی تھی۔ سبحان اور حاجرہ دونوں میں سے کسی نے بھی اس کے ماضی کے متعلق اس سے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ ہر بات علم میں تھی لیکن اسے پاکستان آ کر زندگی میں پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ اپنے اصل سے جدا ہو کر کچھ بھی نہیں۔

ابھی اسے پاکستان آئے ہوئے دو ماہ ہی ہوئے تھے جب کہیں سے اسے ڈھونڈتی ایک لڑکی چلی آئی تھی۔ حاجرہ سے اس نے اپنا تعارف مہرالنساء کی بیٹی افشاں کہہ کر کروایا تھا۔

''مجھے پہچانا تم نے؟'' اس نے سکندر کو مسکرا کر دیکھتے پوچھا تو سکندر نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

''میری خالہ مہرالنساء کی بیٹی ہو تم' امی نے تمہارا تعارف کروا رکھا ہے۔''

''شکر ہے ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ امریکہ میں رہنے والا کزن کہاں مجھے یاد رکھے گا۔'' افشاں ایک سادہ مزاج والی بہت جلد گھل مل جانے والی لڑکی تھی۔ سکندر اس کی بات پر محض مسکرایا تھا۔

''تم دونوں بیٹھ کر بات کرو میں چائے اور کچھ کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔'' حاجرہ کہہ کر اٹھ گئی تھی۔ وہ دونوں باتوں میں لگ گئے تھے۔

افشاں نے ہی اسے بتایا تھا کہ والدہ کی وفات کے بعد اس کا باپ باہر سیٹل ہوگیا تھا اور اسے اپنی بیوہ بہن صفیہ پھوپو کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ اس کے باپ نے وہاں باہر کے ملک میں کسی انگریز عورت سے شادی کرلی تھی لیکن کثرت سے سگریٹ نوشی کے سبب وہ پھر کچھ سال ہی جی پایا اور دو سال پہلے ہی اس کی پھوپو کا بھی انتقال ہوگیا تھا آج کل وہ پھوپو کے گھر میں ہی ایک بے سہارا عورت کے ساتھ رہ رہی تھی جنہیں وہ خالہ بی کہتی تھی اور ان کا چند سال کا بیٹا بھی تھا۔ افشاں نے ماسٹر کیا تھا' زندگی کے بارے میں اس کی اپروچ بہت ہی پریکٹیکل تھی۔ سکندر کو افشاں سے مل کر بہت اچھا لگا تھا۔

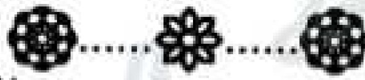
''تمہیں پتا ہے میں پچھلے کئی سالوں سے یہاں کے چکر لگاتی رہی ہوں' میری امی کا کہنا تھا کہ تم سے رابطہ رکھوں۔ کبھی بھی تم پاکستان آؤ تو تم سے ضرور ملوں لیکن تمہارے یہ ددھیالی رشتہ دار بہت ہی کرپٹ لوگ ہیں' جب بھی آئی ہوں بہت کچھ سنا کر واپس بھیج دیا۔'' افشاں اسے بتا رہی تھی اور سکندر احمد کو ازحد افسوس نے آلیا تھا۔

''ویسے کب تک ہو تم لوگ یہاں؟'' حاجرہ چائے لے آئی تھیں' چائے پی کر اس نے سکندر سے پوچھا تھا۔

''اس کے بابا کی جاب ختم ہوگئی ہے باہر سے اب ہمارا یہیں سیٹل ہونے کا ارادہ ہے۔ اگر سکندر کا دل چاہا تو وہ امریکا چلا جائے گا' وہاں کچھ دکانیں اور ایک گھر ہے۔'' حاجرہ نے بتایا' افشاں نے سر ہلا دیا۔

''تم چکر لگانا کسی دن ہماری طرف' ایڈریس سمجھا دیتی ہوں انکل اور آنٹی جی کو بھی ساتھ لانا۔'' افشاں نے کہا تو

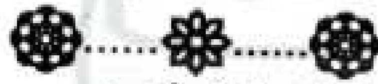
سکندر نے سر ہلایا۔
زندگی واپس اپنی ڈگر پر آ گئی تھی وہ حاجرہ کے ساتھ ایک دو بار افشاں کے ہاں جا چکا تھا۔ وہ اس دن بھی اکیلا آیا تو وہاں کچھ مہمان موجود تھے وہ باہر ہی رک گیا تھا۔
"ارے سکندر آؤ نا رک کیوں گئے۔" افشاں اسے دیکھ چہکی اور اسے اندر لے آئی۔
یہ پرانی طرز کا ڈبل اسٹوری گھر تھا' جس کے تین کمرے نیچے تھے اور دو تین اوپر۔ گھر کی حالت سے مکینوں کی مالی حالت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا' باپ اور پھوپی کی موت کے بعد افشاں خود ہی اس سارے گھر کا نظام چلا رہی تھی۔
"یہ سکندر ہے میں نے بتایا تھا نا کہ میری خالہ کا ایک بیٹا بھی ہے' یہ لوگ امریکہ میں تھے حال ہی میں پاکستان شفٹ ہوئے ہیں۔" افشاں نے وہاں موجود دو لڑکوں اور ایک لڑکی سے اس کا تعارف کروایا۔ وہ لوگ گرم جوشی سے سکندر سے ملے تھے۔
"سکندر یہ صبوحی اور ضیاء ہیں' پھوپو کے دیور کے بچے اور یہ وقار ہے صبوحی کا شوہر۔" تعارف مکمل تھا۔ وہ لوگ بہت دوستانہ مزاج رکھتے تھے' سکندر بہت جلد ان سب کے ساتھ گھل مل گیا تھا۔ افشاں نے بتایا کہ ضیاء آج کل باہر جانے کے چکر میں ہے' سکندر اس سے اس کے آئندہ پلان کے بارے میں بات کرتا رہا اور اسے اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق اچھے مشوروں سے بھی نوازتا رہا تھا۔
صبوحی اور وقار کی شادی کو ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے' یہ لوگ بھی مالی لحاظ سے کچھ اتنے مضبوط نہ تھے۔ ضیاء کے والدین بھی انتقال کر چکے تھے' وقار ضیاء کا دوست تھا' والدین کا اکلوتا بیٹا تھا' باپ مر چکا تھا اور ماں زندہ تھی اور اس رات وہ افشاں کے ہاں ایک بھرپور دن گزار کر جب گھر واپس جا رہا تھا تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک بہت بڑا حادثہ اس کا منتظر تھا' ایسا حادثہ جس نے اس کی زندگی کا محور ہی بدل دیا تھا۔



وہ اوپر آئی تو آئی سی یو کے سامنے سب ہی موجود تھے جب کہ مصطفیٰ روم کے اندر تھا۔ وہ احسن کی طرف بڑھی جو

وقار صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھے انہیں دلاسا دے رہا تھا۔
''کہ..... کہ..... کیا ہوا؟'' اس کی آنکھوں میں عجیب سا خوف تھا' وقار صاحب نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا۔ زرد رنگ' روتی متورم آنکھیں اور کپکپاتے لب۔ کیا جیتنے والے بھی ایسے ہوتے ہیں۔
''کچھ نہیں' مصطفیٰ اندر گیا ہے ڈاکٹرز ابھی ہمیں کچھ بھی نہیں بتا رہے۔'' احسن نے ضبط سے کہا اور پھر باپ کا کندھا دبا کر آگے بڑھ گیا۔
وقار صاحب نے پھر گم صم سر جھکائے کھڑی بیٹی کو دیکھا' جب ہی مصطفیٰ دروازہ کھول کر تیزی سے ان کی طرف آیا تو احسن بھی فوراً اس کی طرف لپکا تھا۔
''کیا ہوا؟'' احسن کی آواز میں ایک خوف تھا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیتے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔
''ولید کو ہوش آ گیا ہے۔'' اس نے کہتے ہوئے انا کو بطور خاص دیکھا جس کے زرد چہرے پر بے یقینی سی تھی۔
''لیکن ابھی اس کی کنڈیشن ایسی ہے کہ مسلسل آبزرویشن میں رکھنے کی ضرورت ہے' ڈاکٹرز ابھی مکمل طور پر اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔'' مصطفیٰ کے الفاظ نے تینوں نفوس کے وجود سے جیسے خون نچوڑ لیا تھا۔
''بہرحال اللہ کا بڑا کرم ہے کہ ہوش تو آ گیا ہے' ان شاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائے گا' آپ لوگ پریشان مت ہوں۔'' سب کے چہروں پر دوبارہ تاریکی چھائے دیکھ کر مصطفیٰ نے حوصلہ دیا۔
انا ایک گہرا سانس لیتے خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ وہ صبوحی کے کمرے میں آئی جو میڈیسن لے کر نیند میں تھیں وہ ان کے پاس کرسی پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر ایک دم سسک اٹھی تھی۔ اس نے ولید کے ہوش میں آ جانے کی بہت سی دعائیں مانگی تھیں' بہت سی منتیں مانی تھیں لیکن اب جبکہ ہوش آیا بھی تو ایک خوف میں لپٹا ہوا ڈر بھی دل کو لگ گیا تھا۔
جوں جوں وقت گزر رہا تھا اس کو لگ رہا تھا کہ اس کا وجود بالکل ساکت اور بے جان ہوتا جا رہا ہے۔ روشی ضیاء صاحب کے ساتھ ہسپتال آئی تو ولید کے ہوش میں آنے کی خبر اس کی منتظر تھی۔ ڈاکٹرز اس کی طرف سے کافی پرامید تھے لیکن ابھی کسی کو بھی ولید سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ صبوحی کے کمرے میں آئی تو کمرے کے ایک کونے میں جائے نماز پر بیٹھی شدت سے بلکتی انا کو دیکھ کر رک گئی تھی۔ پچھلے کئی دنوں سے گھر والوں کے ساتھ انا کا جو رویہ تھا اگر وہ دیکھا جاتا تو اس وقت انا کا رویہ الجھانے کے لیے کافی تھا۔ وہ خاموشی سے ٹفن سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ایک طرف بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد انا ہاتھ منہ پر پھیر کر اٹھی تو روشی کو دیکھ کر رک گئی تھی۔
''تم کب آئی؟'' انا نے پوچھا تو روشی نے اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹالی تھیں۔
''کچھ دیر پہلے۔''
''ولی بھائی کو ہوش آ گیا ہے۔'' روشی نے بتایا تو انا نے سر ہلایا۔
''لیکن ڈاکٹرز ابھی ملنے یا دیکھنے کی اجازت نہیں دے رہے' کہہ رہے تھے کہ کل روم میں شفٹ کر دیں گے تو پھر ملنے دیں گے۔'' روشی نے بتایا تو انا کے چہرے پر ایک دم خوشی کے تاثرات پیدا ہو گئے تھے وہ جب سے روم میں آئی تھی پھر باہر نکلی ہی نہ تھی۔ پچھلے دو تین گھنٹوں سے وہ مسلسل جائے نماز پر تھی۔
''وہ اب بہتر ہیں نا؟''
''یس..... ڈاکٹرز کافی زیادہ پرامید ہیں۔'' دونوں پھر خاموش ہو گئی تھی۔ کچھ گھنٹے مزید سرکے تو ڈاکٹرز کی طرف سے ملنے والی خبر نے سب کو جیسے پرسکون سا کر دیا تھا۔

شفٹ کردیا گیا تھا۔
ولید مکمل طور پر خطرے سے باہر تھا تاہم ٹرنیکولائزر کے زیراثر تھا' رات کو اسے کمرے میں شفٹ کردیا گیا تھا۔
احسن' وقار صاحب اور ضیاء صاحب کے ساتھ گھر چلے آئے تھے' مصطفیٰ ابھی تک وہیں موجود تھا۔ مصطفیٰ کے وجود سے سبھی کو بہت ڈھارس ملی ہوئی تھی' رات میں عباس بھائی بھی مصطفیٰ کے پاس آگئے تھے۔ انا صبوحی کے پاس ہی رہی تھی جبکہ روشی دو تین بار ولید کے کمرے میں جاکر اسے دیکھ آئی تھی۔ انا نے خود سے نہ تو ولید کے کمرے میں جانے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی کسی نے اس سے کچھ کہا تھا۔ وہ ساری رات عجیب سی امید وبیم کی کیفیت میں گزر گئی تھی۔
فجر کے وقت ٹرنیکولائزر کا اثر ختم ہوا تو ولید نے آنکھیں کھولی تھیں' ماحول سے مانوس ہونے میں اسے کچھ وقت لگا تھا۔ جس میں جابجا درد سے اٹھتی ٹیسیں تھیں جبکہ سر پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ ولید کو آنکھیں کھولتا دیکھ کر اس کے قریب ہی کرسی پر بیٹھا مصطفیٰ ایک دم متحرک ہوا تھا۔
''ولید......'' وہ فوراً اس پر جھکا' ولید نے مصطفیٰ کو چند پل دیکھا۔
''تمہارا بہت ہی سیریس قسم کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا' دو دن بعد ہوش آیا ہے تمہیں' اللہ کا شکر ہے ورنہ سب کا پریشانی سے بُرا حال تھا۔'' مصطفیٰ آہستہ آہستہ اسے بتا رہا تھا۔ ولید نے اپنا ہاتھ اٹھانا چاہا تو رک گیا' اس کا ہاتھ ڈرپ کی سرنج میں الجھا ہوا تھا۔
''کیسا فیل کررہے ہو؟'' مصطفیٰ نے مسکرا کر پوچھا تو ولید نے خاموشی سے دیکھا۔
''بابا اور روشی کہاں ہیں؟'' چند پل مزید اسی خاموشی میں سرکے تو ولید نے پوچھا۔ انداز دھیما تھا' مصطفیٰ بمشکل سن پایا تھا۔
''روشی یہیں ہے' انکل کو گھر بھیج دیا ہے' سبھی بہت پریشان تھے لیکن اللہ نے کرم کیا اور تمہیں ہوش آگیا۔'' مصطفیٰ نے بتایا تو ولید پھر خاموش ہوگیا۔
''میں ڈاکٹر کو بلواتا ہوں۔'' مصطفیٰ کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔



مصطفیٰ ولید کے ہوش میں آنے کے بعد اس کی کنڈیشن کی طرف سے مکمل طور پر مطمئن ہوتے ہوئے دو دن بعد گھر آیا تھا' دن کے دس بج رہے تھے۔ گزرے دنوں کی نسبت وہ کافی پرسکون تھا۔ گھر آیا تو علم ہوا کہ شہوار کالج گئی ہوئی ہے' وہ فریش ہوکر کمرے سے نکلا تھا۔ ماں جی نے اس کے لیے ناشتا تیار کروا دیا تھا۔
''چلو اللہ نے کرم کیا میں دن میں تمہارے بابا کے ساتھ ولید کی عیادت کو جاؤں گی۔'' وہ ناشتا کررہا تھا جب ماں جی بھی ساتھ آبیٹھی تھیں۔
''ضرور جایئے گا' بہت کریٹیکل کنڈیشن سے ولید واپس لوٹا ہے۔ جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے۔''
''ہاں بس اللہ کا ہی کرم ہے ورنہ انسان کی کیا مجال۔''
''شہوار بہت پریشان رہی ہے' کئی بار تمہیں کال کرتی رہی لیکن نہ تم کال پک کرتے تھے اور نہ ہی جواب دیتے تھے اس کے میسجز کا۔'' کھانا کھاتے ماں جی نے کہا تو مصطفیٰ ایک پل کو رکا تھا۔
''پہلے اس کیس کی وجہ سے سخت بزی تھا ادھر سے فارغ ہوا تو احسن نے بلالیا پھر سارا وقت ولید کے ساتھ ہی لگا رہا۔ ادھر اُدھر بھاگ دوڑ کرتے وقت ہی نہیں ملا۔''
''ایک منٹ کال سن لینے میں بھلا کتنا وقت لگ جاتا' وہ ساری رات پریشان رہی ہے' جیسی اس کی حالت ہے ایسے میں یہ ٹینشن اس کے لیے اچھی نہیں۔'' ماں جی نے باز پرس کی' مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

دو باتیں

زندگی میں دو باتیں بہت تکلیف دیتی ہیں
جس کی خواہش ہو اس کا نہ ملنا
اور
جس کی خواہش نہ ہو اس کا مل جانا۔
کسی بھی انسان سے کبھی بھی زیادہ توقع مت رکھنا
کیونکہ
جب دل ٹوٹتا ہے تو آواز نہیں آتی مگر انسان اندر ہی اندر ختم ہو جاتا ہے۔

فائزہ.....طور جہلم

وہ گھر سے جس موڈ میں بھی نکلا تھا لیکن یہ سچ تھا کہ اسے وقت ہی نہیں ملا تھا' اس کا غصہ وقتی تھا اسے اب رہ رہ کر اپنی جذباتیت پر ملال ہو رہا تھا لیکن شہوار موجود نہ تھی اگر موجود ہوتی تو وہ اس سے اپنے رویے پر ضرور ایکسکیوز کر لیتا۔

''کوئی بات نہیں' آپ سب اس کے پاس موجود تھے جبکہ ہسپتال میں احسن تنہا سب کچھ ہینڈل کر رہا تھا۔ ذہن اس قدر ڈپریسڈ اور الجھا ہوا تھا کہ احساس ہی نہیں ہوا کہ خیر اب کالج سے آتی ہے تو دیکھتا ہوں۔'' مصطفیٰ کا انداز پُرسکون تھا۔

''اسے فون کر لینا' وہ واقعی بہت پریشان ہے۔'' ماں جی تاکید کر کے اٹھ گئی' مصطفیٰ نے خاموشی سے کھانا کھایا تھا۔ اس نے کمرے میں واپس آ کر شہوار کے نمبر پر کال کی تو ریسیو نہیں ہوئی تھی' وہ شاید بزی تھی۔ وہ ذہن کو ریلیکس کرتے باباصاحب کے کمرے میں چلا آیا' وہ کوئی کتاب پڑھ رہے تھے اسے دیکھ کر مسکرائے تھے۔

''السلام علیکم باباصاحب!''

''وعلیکم السلام! بہت مصروف رہنے لگے ہو' کافی دن بعد دکھائی دے رہے ہو۔'' انہوں نے کتاب ایک طرف رکھ کر چشمہ اتار کر اسے دیکھا تو وہ مسکرا کر ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

''ہاں بس آفس کی ہی مصروفیات تھیں' آپ سب کو اندازہ تو ہے یہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جاب بہت ٹف ہوتی ہے۔ یہ تو بس ولید کی وجہ سے دو دن آف کیا ہے تھکن بہت تھی تو آج گھر پر آ گیا ہوں ورنہ شام یا دوپہر میں آفس کا چکر لگانے کا سوچ رہا ہوں۔''

''شاہ زیب بھی جب تک اس ڈیپارٹمنٹ میں رہا ایسے ہی مصروف رہا' گھر والوں کے لیے تو اس کے پاس وقت ہی نہ ہوتا تھا۔''

''آپ کی طبیعت اب ٹھیک رہتی ہے نا۔'' باباصاحب نے سر ہلا دیا تھا۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ اب گاؤں چلا جاؤں وہاں سب کچھ نوکروں پر چھوڑ رکھا ہے۔''

''کیا کرنا ہے جا کر' یہیں رہیں نا۔ وہاں جا کر تنہا ہر وقت سوچوں میں الجھتے ان سے لڑتے رہنے سے بہتر نہیں اپنوں کے ساتھ وقت گزاریں۔''

''میں تو ایک امید پر یہاں ٹکا ہوا ہوں۔'' ان کے لہجے میں ایک آس سی تھی۔

''تابندہ بی کا کچھ پتا چلا۔'' مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔

''ڈھونڈا تو ان کو جاتا ہے جو کہیں غائب ہو جائیں' کھو جائیں جو خود سے منظر سے ہٹ جائیں ان کو کیسے ڈھونڈا

جائے پھر بھی بہت کوشش کی اور ابھی بھی کچھ لوگوں کو لگا رکھا ہے لیکن تا حال کوئی کامیابی نہیں ملی۔‘‘
’’شہوار کا خیال رکھا کر، وہ عزیز تو مجھے بہت پہلے بھی تھی لیکن جب سے تابندہ نے کال کر کے بتایا تھا کہ وہ فیضان کی بیٹی ہے تو سمجھو دل کو ایک طرح کا سکون سا مل گیا ہے۔ شہوار کو دیکھتا ہوں تو لگتا ہے میرا فیضان زندہ ہو کر واپس آ گیا ہے، بہت زیادتیاں کی ہیں میں نے فیضان کے ساتھ، بہت زیادہ......‘‘ وہ سسکنے لگے تھے۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیتے ان کے گرد اپنا مضبوط اور توانا بازو حائل کیا تھا۔
’’آپ ٹینشن نہ لیں شاید یہ قسمت کا ہی چکر تھا ورنہ شہوار کسی اور گھر میں بھی پل سکتی تھی۔ تابندہ بوا اسے لے کر حویلی میں ہی کیوں بھلا رہتیں۔ آپ مجبور تھے، میں نہیں سمجھتا آپ نے جان بوجھ کر کوئی زیادتی کی ہے۔ جو بھی ہوا سب قسمت کا ہیر پھیر تھا۔‘‘
’’ہم نے تو ایک یتیم اور بے آسرا بچی کو سہارا دینے کی کوشش کی تھی شاید کہیں کوئی احساس جرم تھا جو ہم سے یہ سب کرواتا رہا ورنہ شاہ زیب کے ماموں نے کتنا شور مچایا تھا کہ ایک انجان غیر عورت کو میں کیسے حویلی میں پناہ دے سکتا ہوں اور پھر اس طرح سارے اختیارات اس کو سونپ کر اسے ایک گھر کے فرد کی سی حیثیت دینا میرے اندر کے گناہ ہی تو ہیں جو مجھ سے یہ سب کرواتے رہے۔ میں انگاروں پر لوٹتا رہا اور اپنے ضمیر کے سامنے روز مجرم کی طرح سزا کاٹتا رہا۔‘‘
’’یہ جاگیر، جائیداد، ذات و پات کے تفاخر انسان سے بہت بڑے بڑے گناہ کروا دیتے ہیں۔ ایک عمر ہوتی ہے جب جذبات جوان ہوتے ہیں تو ساری دنیا کو ٹھوکر لگانے کو انسان تیار ہو جاتا ہے اور پھر جب وہی جذبات مدھم پڑ جاتے ہیں تو راکھ کی چنگاریاں بن جاتے ہیں۔ کاش انسان وقت سے پہلے سوچ لیا کرے تو ساری عمر پچھتاوے خواب کا روپ اوڑھ کر کسی کو بھی نہ ستایا کریں۔‘‘
’’دیکھیں آپ نے پھر وہی باتیں شروع کر دی، منع کیا تھا نا میں نے کہ کچھ نہیں سوچنا بالکل ریلیکس رہنا ہے۔ جب سب کچھ ختم ہو چکا ہے تو پھر اس راکھ کو کریدنے کا فائدہ، رہ گئیں تابندہ بوا میں نے ان کی تلاش چھوڑ دی ہے وہ ایک مقصد کے تحت حویلی میں پناہ گزیں ہوئی تھیں۔ شہوار کی رخصتی سے اگلے دن ہی وہ حویلی چھوڑ گئیں تو اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ وہ سب کچھ جانتی ہیں اور جب تک وہ خود نہ چاہیں گی وہ سامنے نہیں آئیں گی۔‘‘ مصطفیٰ نے دلاسا دیا تو وہ تلخی سے مسکرائے۔
’’سب کچھ کہنے کو ختم ہو چکا ہے لیکن اب شہوار کی صورت پھر سب کچھ سامنے ہے، مجھے کچھ نہیں بھولتا۔ رہ رہ کر گزرا وقت یاد آتا ہے تو پچھتاوے گناہ بن کر ڈسنے لگتے ہیں اسی لیے تو کہتا ہوں گاؤں چلا جاؤں شاید کچھ سکون مل جائے۔‘‘
’’گاؤں بھی چلے جایئے گا لیکن ابھی کچھ دن آرام کر لیں۔‘‘ مصطفیٰ نے ان کا کندھا تھپتھپایا اور پھر مزید کچھ وقت گزار کر وہ ان کے پاس سے اٹھ آیا، وہ اپنے کمرے میں آیا تو موبائل بج رہا تھا مصطفیٰ نے دیکھا شہوار کی کال تھی۔
’’السلام علیکم۔‘‘
’’وعلیکم السلام! آپ کی کال آئی تھی میں کلاس میں تھی، مجھے خبر ہی نہیں ہو سکی۔‘‘
’’کوئی بات نہیں۔‘‘
’’ولید بھائی کیسے ہیں اب؟‘‘
’’کافی بہتر ہے، روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے جب ہی میں آیا تھا، ڈاکٹرز اسے لیبارٹری میں لے گئے تھے کچھ ٹیسٹ وغیرہ کروانے تھے۔ ہوش میں آ چکا ہے تاہم بات چیت نہیں کر رہا۔‘‘
’’شکر ہے اللہ کا، میں نے روشی کو بھی کال کی تھی، رات میں بھی دن میں بھی اس نے بتایا تھا کہ ہوش آ گیا ہے۔‘‘

غزل

اپنی کیفیت اپنی زبانی لکھتا ہوں
میں بھی تیرے جیسا لگتا ہوں
سمندر کی لہریں بکھری ہیں دیکھوں
میں بھی ان کی طرح بکھرا سا لگتا ہوں
نہ جانے کتنے سفینے ٹوٹے ہیں یہاں
میں بھی انہی سفینوں کا حصہ لگتا ہوں

سمیہ امتیاز......قصور

مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ اس وقت ہسپتال میں ہیں یا آفس؟"

"میں گھر پر ہوں' کچھ دیر بعد آفس کے لیے نکلوں گا' ماں جی نے بتایا تھا کہ تم کالج جاچکی ہو تو سوچا تم سے بات کرلوں۔ دو تین دن سے ٹھیک سے بات ہی نہیں ہوسکی۔"

"آپ تو شاید ناراض تھے مجھ سے؟" شہوار نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ مسکرایا۔ وہ اندازہ کرسکتا تھا کہ وہ اس بات کو لے کر کتنا پریشان رہی ہوگی۔

"نہیں یار! ناراض نہیں تھا بس کسی بات کا غصہ تھا۔"

"کس بات کا؟" دوسری طرف وہ حیران ہوکر پوچھنے لگی تھی۔

"گھر آؤ گی تو بات ہوگی۔"

"آپ کو علم ہے کہ میں کس قدر پریشان رہی ہوں' اتنا ناراض ہوکر گئے تھے میں تو ڈر گئی تھی کہ پتا نہیں کیا ہوگیا ہے پھر موبائل بند' آن کیا بھی تو نہ کوئی کال کی اور نہ ہی کسی میسج کا کوئی ریپلائی۔ میسج کر کر کے میری انگلیاں ٹوٹ گئی۔" وہ ازحد رنجیدہ ہورہی تھی۔

"ایم سوری یار! ایک غلطی تمہاری بھی تھی اور ایک میری بھی' بہرحال مجھے غصہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور غصہ تم پر بھی نہیں آیا تھا بس کوئی اور بات تھی۔"

"میری کیا غلطی تھی؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"گھر آؤ گی تو بات کریں گے' اس وقت تو مجھے آفس کے لیے بھی تیار ہونا ہے۔ اپنا خیال رکھنا اور بہت ہی دھیان سے آنا' ڈرائیور کو بھی میں تاکید کردوں گا' او کے۔" مصطفیٰ نے گھڑی دیکھتے اسے کہا تو دوسری طرف وہ الجھی۔

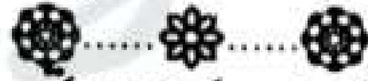
"وہ تو دھیان سے ہی آؤں گی لیکن بتائیں تو سہی کیا وجہ تھی اس طرح غصہ کرنا بغیر کسی وجہ کے تو نہیں ہوتا۔" وہ پریشان ہورہی تھی۔

"ڈونٹ وری یار! کہہ تو رہا ہوں گھر آؤ گی تو بات ہوگی ورنہ سارا وقت تم پریشان رہو گی اور ہاں میں بار بار تاکید کررہا ہوں' ایاز باہر آچکا ہے اور اس سے مجھے کسی بھی قسم کی بھلائی کی امید نہیں' وہ کسی بھی وقت کچھ بھی کرسکتا ہے۔ تمہیں بہت احتیاط اور دھیان سے رہنا ہوگا اور مجھے بتائے بغیر کہیں نہیں جانا' چاہے ڈرائیور ہی ساتھ کیوں نہ ہو بالکل سیدھا گھر آنا۔"

''گھر تو میں آؤں گی ہی لیکن......''
''او کے پھر بات ہوگی۔'' مصطفیٰ نے اس کی بات کاٹ دی۔
''اپنا خیال رکھنا ان شاء اللہ شام میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا' او کے۔''
''جی ٹھیک ہے۔'' مصطفیٰ نے اللہ حافظ کہہ کر کال بند کردی تھی۔ مصطفیٰ نے واٹس اپ کھولا ادھر وہی تصویر موجود تھی اس نے بہت سنجیدگی سے اس تصویر کو دیکھا اور اس تصویر کے ساتھ لکھی ہوئی سطر کو۔

چہرے کے عضلات تناؤ کا شکار ہوئے تھے' چند پل اس تصویر کو دیکھتے رہنے کے بعد اس نے موبائل بند کرتے سائیڈ پر رکھ دیا تھا' وہ الماری کی طرف آیا پٹ کھولے لباس نکالتے ہوئے اس کی نگاہ سائیڈ دراز کی طرف اٹھی وہاں کچھ فائلز رکھی ہوئی تھیں۔ مصطفیٰ کو ایک دم یاد آیا کہ امجد خان سے اس نے ایک فائل لی تھی ''لالہ رخ'' کیس کی فائل لیکن بعد میں حالات اس طرح رہے کہ اسے بالکل بھی وقت نہیں ملا تھا اس فائل کو اسٹڈی کرنے یا کھول کر دیکھنے کا۔

مصطفیٰ لباس نکال کر بستر پر رکھتے سنجیدگی سے تمام فائلز دیکھنے لگا تھا' اسے وہ مطلوبہ فائل لاکر میں سے ملی تھی۔ اسے کھول کر دیکھا تو اس میں بے ترتیبی سے رکھا ہوا لفافہ نیچے گر گیا تھا۔ مصطفیٰ نے جھک کر لفافہ اٹھایا۔ فائل اور لفافہ اٹھا کر وہ الماری کا پٹ بند کرتے بستر کے کنارے آ بیٹھا تھا۔ فائل بستر پر رکھ کر اس نے لفافے میں سے کچھ تصاویر نکلی تھیں جنہیں ایک کے بعد ایک دیکھتے ایک تصویر پر مصطفیٰ چونک گیا تھا۔



سکندر گھر آیا تو حاجرہ اور سبحان کے شدید ایکسیڈنٹ کی خبر منتظر تھی۔ وہ دونوں اپنے کسی دوست کے ہاں مدعو تھے' آج کل وہ سکندر کے لیے کوئی لڑکی دیکھ رہے تھے اسی سلسلے میں وہ دونوں میاں بیوی اپنے دوست کے ہاں گئے تھے جن کی دو بچیاں تھیں اور دونوں ہی کافی پیاری اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں لیکن واپسی پر یہ حادثہ پیش آ گیا تھا۔ کوئی گاڑی ان کو ٹکر مار کر بھاگ گئی تھی' مقامی لوگوں اور پولیس نے دونوں کو ہسپتال پہنچایا تھا اور پھر گھر والوں کو اطلاع دی تھی۔ سکندر ہسپتال پہنچا تو سبحان کے کافی رشتہ دار وہاں موجود تھے ان سب نے سکندر کی آمد کو کافی ناگواری سے دیکھا تھا تاہم کہا کچھ نہیں تھا۔

دونوں کو کافی شدید چوٹیں آئی تھیں۔ سکندر ادھر اُدھر بھاگ دوڑ کرتے ڈاکٹرز سے ملنے اور اصل صورت حال جاننے کی تگ ودو میں تھا جب ڈاکٹر نے آ کر حاجرہ اور سبحان دونوں کی وفات کی اطلاع دی تو سکندر ایک دم ساکت ہوگیا تھا۔ وہ بے یقین تھا دونوں کیسے ایسے یوں اس طرح چھوڑ کر جاسکتے ہیں۔ وہ رات سکندر کی زندگی کی سب سے الم ناک رات تھی' ڈیڈ باڈیز گھر پہنچادی گئی تھیں جہاں حاجرہ اور سبحان کے تمام رشتہ دار آ چکے تھے سکندر اپنے ہی صدمے سے نڈھال تھا' کون کیا کہہ رہا ہے کیا کر رہا ہے کچھ خبر نہ تھی۔

اگلے دن دونوں کی تدفین ہوگئی تھی' افشاں کو اطلاع ملی تو وہ بھی آئی تھی۔ سکندر کے لیے یہ ایک بہت بڑا صدمہ تھا' وہ اس کی تسلی وتشفی کرتے سب کچھ جھیل جانے کی نصیحت کرتی رہی تھی۔

وقار' ضیاء اور صبوحی بھی تعزیت کو آئے تھے' چند دن اسی غم کی حالت میں گزرے تو ایک شام اس کو بڑوں نے بلا بھیجا وہ جب ان کے کمرے میں پہنچا تو وہاں خاندان کے سب ہی بڑے موجود تھے۔

''دیکھو لڑکے تمہارا ہم سے کوئی بھی خونی رشتہ یا تعلق نہیں' تمہیں حاجرہ بھابی اور سبحان بھائی نے اپنا متبنیٰ بنایا تھا وہ لوگ اب مر گئے ہیں اصولاً تو تمہیں ہمارے کہنے سے پہلے ہی یہ گھر چھوڑ دینا چاہیے تھا لیکن اگر کسی بھی قسم کی بھول میں ہو تو ہم واضح کردیتے ہیں تمہارا بھابی اور بھائی صاحب کی جائیداد روپے پیسے پر کسی بھی قسم کا کوئی حق نہیں۔'' اس کے

کچھ پھول چنے ہیں

❖ رشتے اپنائیت کے ہوں یا خلوص کے اتنے ہی نازک ہوتے ہیں جتنے آبگینے' ذرا سی ٹھیس لگی اور ٹوٹ گئے پھر ان پر فخر کیا مان کیسا؟

❖ اسے دیکھو جو تمہاری طرف دیکھتا ہے۔ اس کی سنو جو تمہاری سنتا ہے۔ اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اور اپنا ہاتھ اسے دو جو تمہارا ہاتھ تھامنا چاہتا ہے۔

❖ محبت اور نفرت دونوں اگر حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو جنون کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنون کسی بھی چیز کا ہو اچھا نہیں ہوتا۔

❖ اَنا اور خودداری بہت اچھی چیزیں ہیں لیکن بے جا اَنا اکثر آپ کو تنہا بھی کر دیتی ہے۔

سمیرا ثمرہ آمنہ..... کھرڑیانوالہ

چچا نے کہا تو اس نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ ابھی سبحان اور حاجرہ کو مرے چند دن ہی تو ہوئے تھے اور یہ لوگ نجانے کیسی باتیں لے بیٹھے تھے۔

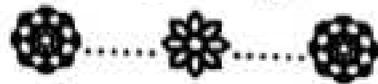
''اگر تم نے کسی بھی قسم کا کوئی حق جتانے کی کوشش کی تو ہم تم پر کیس کر دیں گے۔ جب اصل وارث ہی نہ ہو تو مرنے والوں کی دولت جائیداد پر اس کے خونی رشتہ داروں کا حق ہوتا ہے اور شریعت کے حساب سے یہ ساری دولت' یہ گھر' ان کی جائیداد سب کچھ ہمارا ہے۔ ہم سب بہن بھائیوں کا اس پر حق ہے' تم لے پالک تھے اور لے پالک جائیداد کے وارث نہیں بن سکتے۔'' کتنی تلخ حقیقت تھی۔ سکندر نے بے یقینی سے ان سب کو دیکھا' کتنے بے حس اور بے رحم تھے یہ لوگ انہیں مر جانے والوں سے زیادہ اس پیچھے رہ جانے والی دولت جائیداد سے غرض تھی۔

سبحان احمد نے بہت پیسہ کمایا تھا اور پاکستان میں موجود کافی پراپرٹی تھی ان کی' پاکستان سے باہر امریکہ میں بھی ایک چھوٹا سا گھر اور کچھ دکانیں انہوں نے سکندر کے نام پر لکھوا دی تھیں انہیں شاید اپنے رشتہ داروں کے رویوں اور فطرت کا اندازہ تھا۔ وہ جب تک زندہ تھے کسی کی مجال نہ تھی اسے دستبردار کرنے کی اور اب جب وہ نہیں رہے تھے سبھی حق دار اور وارث بن بیٹھے تھے۔

''بہتری یہی ہے کہ تم خاموشی سے صلح اور صفائی کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ' بھائی صاحب کی تمام پراپرٹی کی تفصیل اور کاغذات ہمارے پاس موجود ہیں اگر تم نے آواز نکالی تو تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔'' انداز اب دھمکاتا ہوا تھا۔

سکندر نے بہت اذیت بھری نگاہوں سے ان سب کو دیکھا تھا۔ وہ تو رشتوں کا ڈسا ہوا تھا محبت اور توجہ کا پیاسا انسان تھا' اسے بھلا اس دولت' اس حقیر اور بے مایہ سی جائیداد سے بھلا کیا غرض ہو سکتی تھی جس سے اس کا تعلق تھا وہ تو مر گئے تھے اب بھلا اس کا ان سے کیا تعلق تھا۔

وہ بغیر کچھ بولے خاموشی سے اٹھا تھا' پاکستان آنے کے بعد سبحان احمد نے اسے امریکہ میں موجود تمام پراپرٹی کے کچھ پیپرز دیئے تھے وہ ابھی بھی اس کے پاس لاکرز میں موجود تھے۔ اس نے وہ کاغذات نکالے اور کچھ ضروری اشیاء کپڑے اور اپنے ڈاکومنٹس لیے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ گھر چھوڑ گیا تھا' کبھی نہ آنے کے لیے۔



جب سے ولید کو ہوش آیا تھا سبھی اس کے پاس آ جا رہے تھے اور ایک وہ تھی جو رو رو کر اس کی زندگی کی دعائیں مانگ

رہی تھی اسے یوں زندہ ہوش وحواس میں پا کر جیسے ایک دم شانت سی ہوگئی تھی۔ وہ ایک بار پھر اپنی ذات کے گنبد میں بند ہوگئی تھی۔ وہ ولید سے نہیں ملی تھی بس ایک دوبار اس کے سونے کے بعد دور سے ہی اسے دیکھ کر واپس لوٹ آئی تھی۔

احسن کے کہنے پر وہ روشی کے ساتھ گھر آ گئی تھی وہ تھوڑی دیر لیٹی تو بہت دنوں بعد ایک پرسکون سی نیند نے آنکھوں میں ڈیرہ جمالیا' وہ دو گھنٹے سوئی رہی تھی۔ وہ اٹھی تو طبیعت کچھ فریش تھی' وہ لاؤنج میں آئی تو ضیاء صاحب اور وقار صاحب بھی گھر آ چکے تھے۔ اس وقت ہسپتال میں صرف احسن تھا روشی کھانا تیار کروا رہی تھی۔ کھانا تیار ہوا تو وقار صاحب جانے کو تیار تھے۔

''میں بھی ساتھ چلوں گی۔'' بہت دن بعد اس نے براہ راست وقار صاحب کو مخاطب کیا تھا۔

انہوں نے بغور دیکھا اور پھر ہاں میں سر ہلا کر بیٹھ گئے تھے۔ وہ عجلت میں کپڑے بدل کر آئی تو ان کے ساتھ آ بیٹھی' ڈرائیور ان کو چھوڑنے جا رہا تھا۔ سارا راستہ دونوں کے درمیان بالکل خاموشی رہی تھی' وہ صبوحی کے کمرے میں آئی تو وہ نرس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ اب کافی بہتر تھیں اب وہ خود سے چل کر واش روم میں جا سکتی تھیں' اس نے ان کو کھانا کھلایا' وقار صاحب کچھ دیر بیٹھ کر ولید کے کمرے میں چلے گئے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد صبوحی کو میڈیسن دیں' نیند آور گولی کے سبب وہ کچھ دیر بعد غافل ہوگئی تھیں۔ کچھ دیر بعد احسن اس کے پاس آیا تھا۔

''تم اور پاپا یہیں موجود ہو تو میں کچھ دیر کے لیے آفس کا چکر لگا لوں' اتنے دنوں سے ہر چیز نظر انداز ہو رہی ہے۔ اللہ کا شکر ہے ولید اور ماما اب کافی بہتر ہیں' تم اور پاپا کچھ وقت یہیں گزار لینا پھر میں آ گیا تو تم چلی جانا۔'' انا نے محض سر ہلایا تھا' وہ اسے چند اور تاکید کرتا چلا گیا تھا۔

وہ کچھ دیر وہاں بیٹھی رہی اور پھر کمرے سے نکل کر وہ ولید کے روم کی طرف آئی تو ایک دو پل کو دروازے پر ہی رکی رہی تھی۔ اندر جھانکا تو وقار صاحب وہاں نہیں تھے جبکہ ولید چت لیٹا شاید سو رہا تھا' بائیں بازو پر ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے چند پل کھڑی رہی پھر اندر آئی تو نرس کھڑی ہوگئی تھی۔

''پاپا کہاں ہیں؟'' اس نے آہستگی سے پوچھا۔

''آپ کے فادر نماز کا کہہ کر باہر گئے ہیں۔'' عصر کی نماز کا وقت تھا اس حادثے نے بھی پر اچھا خاصا اثر ڈالا تھا بھی باقاعدگی سے نماز ادا کرنے لگے تھے۔

''یہ کیسے ہیں اب؟'' اس نے چت لیٹے ولید کو ایک نظر دیکھ کر نرس سے پوچھا۔

''بہتر ہیں اب تو' آپ کے فادر بتا رہے تھے کہ آپ بھی ڈاکٹر بن رہی ہیں' فورتھ ائیر میں ہیں۔'' نرس نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ان کی فائل چیک کر لیں پھر۔'' اس نے فائل اٹھا کر اسے تھمائی تو وہ دیکھنے لگی تھی۔

''آپ یہاں رکیں گی۔'' اسے فائل چیک کرتے دیکھ کر نرس نے پوچھا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''کیوں؟''

''مجھے ایک بہت ہی ضروری کال کرنی ہے' کچھ وقت لگ جائے گا۔'' نرس نے کہا تو انا نے سر ہلا دیا۔

''او کے آپ چلی جائیں میں یہیں ہوں۔'' وہ کرسی پر بیٹھ گئی' نرس چلی گئی تھی۔ وہ تفصیل سے ولید کی فائل اور رپورٹس چیک کرنے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد وقار دروازے پر آئے تو رک گئے تھے۔ انا مکمل توجہ سے فائل دیکھ رہی تھی جبکہ ولید ابھی بھی بے خبر تھا۔

وقار کے حلق سے ایک گہرا سانس خارج ہوا تھا وہ واپس پلٹ کر صبوحی کے کمرے کی طرف چل دیئے تھے۔ ساری

غزل

اجڑے ہوئے پڑپہ کے آثار کی طرح
زندہ ہیں لوگ وقت کی رفتار کی طرح
کیا رہنا ایسے شہر میں مجبوریوں کے ساتھ
بکتے ہیں لوگ شام کے اخبار کی طرح
بچوں کا رزق موت کے جوئے میں رکھ دیا
سرکس میں کودتے ہوئے فنکار کی طرح
وعدے ضرورتوں کی نذر کردیے گئے
رشتے ہیں سارے ریت کی دیوار کی طرح
محسن میرے وجود کو سنگسار کرتے وقت
شامل تھا سارا شہر اک تہوار کی طرح

اقرا اکبر،آمنہ نثار......سانگلہ ہل

فائل چیک کرنے کے بعد فائل ٹیبل پر رکھ کر میڈیسن چیک کرنے لگی تھی جب ولید کے جسم میں جنبش سی ہوئی تھی' وہ چونکی۔ اس نے ولید کو دیکھا اس نے کروٹ بدلنے کی کوشش کی تھی لیکن ہاتھ میں لگی ڈرپ کی وجہ سے وہ پھر ساکت ہوگیا تھا۔ انا نے ہاتھ میں تھامی ہوئی دوائیوں کی شیشی واپس ٹیبل پر رکھی تو ولید نے چونک کر اسے دیکھا۔ انا اپنی جگہ چور سی بن گئی تھی۔

''کیسے......کیسے ہیں آپ؟'' ولید کے چہرے پر ایک دم بے پناہ سنجیدگی چھا گئی تھی۔ اس نے چہرے کا رخ بدلا تو انا کے اندر ایک دم چھناکے سے کچھ ٹوٹا تھا' وہ انگلیاں چٹخاتے وہیں کھڑی رہی۔

''آپ کیسا فیل کررہے ہیں اب؟'' اس نے پھر پوچھا تو ولید نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ انا ولید کے دیکھنے پر سر جھکا گئی' ولید خاموشی سے چند پل اسے دیکھتا رہا۔ وہ انگلیاں چٹخاتے کنفیوژ سی حالت میں بیٹھی بڑی زرد سی لگ رہی تھی۔

''تمہیں شاید مجھے اس حالت میں دیکھ کر اور زندہ دیکھ کر تکلیف تو ہو رہی ہوگی۔'' انا ایک دم تڑپ اٹھی تھی۔

''میں اتنی بے رحم اور ظالم نہیں کہ کسی کے اس حالت میں پہنچ جانے پر خوشی محسوس کروں۔'' انا کا لہجہ ایک دم شاکی ہوا تھا۔

ولید نے مسکرانے کی کوشش کی تو اذیت سے بھری مسکان بس ہونٹوں پر ہی ایک پل کو اپنی جھلک دکھا سکی تھی۔

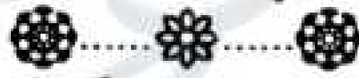
''میں ماضی کو نہیں بھولا ابھی تک' ماضی قریب میں ہمارے درمیان ایسے حالات بالکل نہیں رہے کہ تم اس وقت یہاں بیٹھ کر میری عیادت کرنے پر مجبور ہو جاؤ۔'' ولید کے لہجے میں اب کے تلخی تھی۔

''انسانیت بھی کسی چیز کا نام ہوتا ہے شاید۔'' انا ولید کے طنز پر ایک دم گھائل ہوتے بہت اذیت سے کہہ گئی تو ولید مسکرایا تھا۔

''شاید......بہر حال آئندہ میں نہیں چاہوں گا تم انتہائی مجبوری کی حالت میں میری عیادت کی خاطر انسانیت کا نام لے کر اخلاقی تقاضے نبھانے آؤ۔'' ولید کے لہجے میں تندی و تیزی تھی۔ انا کا تن من جھلسنے لگا تھا' اس کے اندر ایک دم

شدید ضیاع کا ملال جاگا تھا۔
ولید سچ ہی تو کہہ رہا تھا وہ خود بھی تو سب کے دلوں میں اپنے خلاف نفرت کا بیج بورہی تھی، سب کو خود سے بدظن کررہی تھی اور اب جبکہ یہ سب حقیقتاً ہورہا تھا تو بھلا اسے کیوں تکلیف ہورہی تھی جو بورہی تھی اب وہی مل رہا تھا تو پھر یہ اذیت کیسی...... اتنی تکلیف کیوں؟ وہ خاموشی سے اٹھی، دل چاہ رہا تھا کہ بس فوراً یہاں سے چلی جائے۔
''سنو......'' وہ پلٹی تو ولید کی پکار پر رک کر پلٹی۔
''پھوپو کیسی ہیں؟'' ابھی تک کسی نے بھی ولید سے صبوحی کی حالت کے بارے میں ڈسکس نہیں کیا تھا بلکہ دونوں کو ہی ایک دوسرے کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا، سب کا ہی خیال تھا کہ کچھ دن گزر جائیں تو خود ہی علم ہوجائے گا۔
''ماما ٹھیک ہیں۔''
''جھوٹ...... سب جھوٹ بول کر بہلا رہے ہیں مجھے، کہاں ہیں پھوپو۔ کوئی مجھے سچ بتا کیوں نہیں دیتا، کار ایکسیڈنٹ کے وقت وہ میرے ساتھ تھیں، میں نے خود ان کو زخمی ہوتے دیکھا تھا۔'' ولید نے کہا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
''ماما ٹھیک ہیں، انہیں کچھ چوٹیں لگی ہیں، کچھ فریکچر وغیرہ ہے لیکن اللہ کا شکر ہے سیریس قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوا، وہ اس ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں ایک دو دن میں انہیں ڈسچارج کردیا جائے گا۔'' آہستگی اور سنجیدگی لیے اس نے بتایا تو ولید نے خاموشی سے اسے دیکھا، ولید کو حادثے کے وقت کی اپنی ذہنی کنڈیشن یاد آئی، وہ سخت ڈپریس تھا۔
''کیوں؟'' وہ سب کچھ جو اس حادثے کا سبب بنا تھا وہ یاد نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے بہت تلخی اور سرد مہری سے ان کو دیکھا تھا۔
جی چاہ رہا تھا کہ ہر چیز تہس نہس کردے، انا کے وجود سمیت سب کچھ توڑ پھوڑ دے۔ انا نے اس کی طرف دیکھا تو ایک دم ٹھٹک گئی۔ ولید بہت تلخی اور سرد مہری سے اسے دیکھ رہا تھا، انا کے وجود کے اندر ایک دم سرد سی کیفیت پیدا ہوئی تھی تب ہی نرس کمرے میں داخل ہوئی تھی، دونوں کو دیکھ کر مسکرائی۔
''کیسے ہیں سر آپ؟'' نرس کا لب ولہجہ پیشہ وارانہ انداز تھا۔ ولید نے محض سر ہلا کر اپنے تاثرات کو کنٹرول کرنا چاہا تھا۔
''کچھ لیں گے؟'' ولید نے نفی میں سر ہلایا۔
''ویسے سر آپ ہیں، بہت لکی۔'' اس نے کہا تو ولید نے اسے سوالیہ دیکھا۔
''دیکھیں نا اس قدر سیریس قسم کا ایکسیڈنٹ ہوا، بچنے کی کوئی امید نہ تھی جس طرح مسلسل بے ہوشی کی کیفیت تھی لگتا تھا کہ کومہ میں چلے جائیں گے لیکن آپ کے گھر والوں کی دعاؤں نے آپ کو بچالیا۔ موت کو شکست دے کر دوبارہ زندگی پانا خوش قسمتی کی علامت ہی تو ہے۔''
''ہاں اللہ کا شکر ہے اللہ نے چند ایک کے علاوہ باقی مجھے بھی بہت پُرخلوص رشتوں سے نوازا ہے۔'' ولید نے انا کو تلخی سے دیکھ کر کہا تو نرس مسکرائی تھی۔
''یہ آپ کی فیانسی ہیں نا؟'' نرس نے انا کو شرارت سے دیکھ کر ولید سے کہا تو دونوں چونکے۔
''آپ کو کس نے کہا؟''
''آپ کی سسٹر نے، جب آپ آئی سی یو میں تھے تو......'' وہ نجانے کیا کہنے والی تھی، انا فوراً آگے بڑھی تھی۔
''روشی نے آپ کو غلط بتایا ہوگا سسٹر! میرا اور ان کا صرف کزن ریلیشن ہے، میں چلتی ہوں ماما کو دیکھوں وہ شاید اٹھ

گئی ہوں۔'' وہ کہہ کر چلی گئی تھی ولید نے سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔
''حیرت ہے لیکن آپ کی سسٹر نے تو مجھے بتایا تھا کہ یہ آپ کی فیانسی ہیں۔'' سسٹر نے ولید کو دیکھا جیسے تصدیق چاہ رہی ہو۔ ولید خاموش ہی رہا تھا۔
''یقین جانئے پہلے تو میں بھی سمجھی کہ یہ آپ کی وائف ہیں جس طرح آپ آئی سی یو میں تھے یہ ہر وقت روتی رہتی تھیں ان کی کنڈیشن اس قدر خراب تھی کہ مجھے ان پر بہت ترس آتا تھا اور وہ مصطفیٰ صاحب خود ان کو آپ کے پاس آئی سی یو میں لے آئے تھے۔ کتنی کتنی دیر آپ کے پاس بیٹھ کر میں نے اپنی آنکھوں سے روتے دیکھا ہے میں بہت متاثر ہوئی تھی آپ کی سسٹر سے پوچھا کہ کیا آپ کی وائف ہیں تو انہوں نے بتایا کہ نہیں ابھی صرف منگنی ہوئی ہے۔'' نرس بتا رہی تھی اور ولید سنجیدگی سے سن رہا تھا۔ وہ جب سے ہوش میں تھا اس وقت پہلی بار انا کو دیکھ رہا تھا جبکہ جو نرس بتا رہی تھی وہ قطعی قابل قبول نہ لگ رہا تھا۔
''یہ ٹھیک کہہ رہی تھیں ہم صرف کزنز ہیں ہماری منگنی نہیں ہوئی۔'' ولید نے کہا تو نرس حیران ہوئی۔
''تو پھر آپ کی سسٹر نے غلط بیانی کیوں کی؟''
''پلیز سسٹر میرے سر میں درد ہو رہا ہے میں سونا چاہتا ہوں۔'' ولید نے اکتا کر کہا تو نرس ایک دم خاموش ہوگئی۔



سکندر ایک ہوٹل میں کمرہ لے کر رہ رہا تھا اس کے پاس بس کچھ مخصوص رقم تھی باقی سب کچھ جو بھی تھا اس سب پر سبحان صاحب کے رشتہ دار قبضہ کر چکے تھے۔ سکندر کے پاس اپنا پاسپورٹ تو موجود تھا لیکن اتنی رقم نہ تھی کہ وہ واپس امریکہ جانے کے انتظامات کرتا۔ وہ چند دن ہوٹل میں رہا لیکن اس طرح مزید کچھ عرصہ رہتا تو اس کے پاس جو تھوڑی بہت رقم تھی وہ بھی ختم ہو جاتی تھی۔ سکندر کے سامنے زندگی ایک چیلنج بن کر آ کھڑی ہوئی تھی اور اس چیلنج کو قبول کیے بنا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اس شہر میں بس نام کے رشتوں کے سوا اس کا کوئی بھی اپنا نہ تھا۔ وہ بہت سوچ کر افشاں کی طرف آیا تھا افشاں اسے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

''تم کہاں تھے سکندر؟ تمہیں اندازہ ہے کہ میں کس قدر پریشان رہی ہوں' میں کئی بار تمہارے گھر گئی ہوں' وہاں تمہارے رشتہ داروں نے قبضہ کیا ہوا ہے وہ ہر بار بس یہی کہتے تھے کہ تم اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد یہاں سے چلے گئے ہو۔'' سکندر نے ایک گہرا سانس لیا۔ اس نے تمام تفصیل افشاں کو سنائی تو وہ افسردہ ہوگئی تھی۔

''بہت خودغرض اور مطلبی لوگ ہیں یہ تو' کوئی ایسے بھی بھلا کرتا ہے کیا' تم کیوں وہاں سے نکل آئے خاموشی سے انکل نے تمہیں اڈاپٹ کیا تھا' تم قانونی طور پر ان کے بیٹے ہو'ان کے وارث' تمہیں یوں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔''

''میں ان کا حقیقی بیٹا نہیں ہوں اور یہ سب سے بڑی حقیقت ہے' وہی لوگ ان کے اصل حق دار تھے میں تو لے پالک تھا کیسے حق دار بن کر دعویٰ کرتا۔ میرے اوپر امی ابو کا بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے مجھے ایک نام دیا' پالا پوسا' پڑھایا لکھایا' بڑا کیا۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا' مجھے تو میرا باپ جو حقیقی تھا جنم دینے کا سبب بنا تھا اس نے قبول نہ کیا دوسروں کی جھولی میں یوں ڈال دیا جیسے کوئی گناہ چھپایا ہے تو پھر میں کیسا دعویٰ کرتا۔'' سکندر کے الفاظ بہت تلخ اور کڑوے تھے' افشاں از حد افسردہ سی ہوگئی تھی۔

''تو اب کیا کرو گے؟'' افشاں نے پوچھا تو اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''میں اپنی زندگی خود بناؤں گا' اب ہر احساس' ہر رشتے اور ہر چیز سے بالاتر ہوکر۔'' سکندر نے ایک عزم سے کہا تو افشاں مسکرادی۔

''اور تمہاری وہ امریکہ والی جو پراپرٹی ہے اس کا کیا کرو گے؟''

''وہ گھر تو بند ہے اور دکانیں بابا نے کچھ لوگوں کے سپرد کی ہیں' واپس جانے میں بہت پیسہ چاہیے اور ابھی فی الحال میں دونوں ہاتھوں سے خالی ہوں۔''

''تو......؟'' افشاں نے سوالیہ دیکھا۔

''تو یہ کہ میں پاکستان میں ہی جاب کرنا چاہتا ہوں' کچھ پیسہ جمع کرلوں پھر باہر کا چکر لگالوں گا۔''

''اچھا خیال ہے' لیکن میں ایک بات کہوں؟'' افشاں نے رک کر اسے دیکھا سکندر نے سر ہلایا تو اس نے کچھ سوچا تھا۔

''جب تم خود سے کسی مناسب رہائش کا بندوبست نہیں کرلیتے تم یہیں ہمارے گھر آجاؤ' اوپر والا پورشن خالی ہے وہاں شفٹ ہوجاؤ۔ ہوٹل میں رہنے سے بہت خرچ آجائے گا' تمہارے شایان شان تو نہ سہی لیکن رہنے کے قابل گھر تو یہ بھی بن سکتا ہے' کھانا پینا بھی یہیں سے کرلیا کرو۔'' افشاں کے الفاظ پر اس نے حیران ہوکر اسے دیکھا تھا۔

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟''

''ممکن تو سب کچھ ہے اگر چاہو تو۔'' سکندر نے کچھ کہنا چاہا تو افشاں نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا۔

''دیکھو اس میں ہم دونوں کا ہی فائدہ ہے' میں نے خالہ بی کو ساتھ رکھا ہوا ہے ان کا بیٹا ابھی بہت چھوٹا ہے۔ مجھے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے' ایسے میں ایک مرد کی ضرورت رہتی ہے۔ تم ہمارے گھر رہنا' کھانا پینا سب کچھ ہوگا بس' ہمیں بھی تمہاری ذات سے ایک تحفظ کا احساس رہے گا۔''

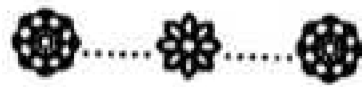
''میں مرد ہوں میں کہیں بھی رہ کر اپنا گزارا کرسکتا ہوں بس تم لوگوں کو پریشانی نہ ہو۔''

''ہمیں کوئی پریشانی نہیں بس تم آج ہی ہوٹل سے اپنا سامان اٹھاؤ اور یہاں شفٹ ہوجاؤ۔'' افشاں کا انداز حتمی تھا۔ سکندر نے بھی اس کی بات مان لی تھی۔

وہ اس دن افشاں کے ہاں شفٹ ہوگیا تھا' اوپر والے حصے میں بنے ہوئے کمرے میں سے ایک کمرے کو افشاں نے اس کے رہنے کے قابل بنا کر سیٹ کردیا تھا۔

افشاں شہر کے ایک اچھے کالج میں پڑھاتی تھی' وہ ایک خودمختار اور سیلف میڈ لڑکی تھی۔ اس نے سکندر سے پوچھ کر اپنے کالج میں بات کرلی تھی اور اس طرح چند دن بعد سکندر بھی اسی کالج میں پڑھانے لگا تھا۔

اسے یہ شعبہ مشکل لگا تھا لیکن زندگی کو آگے بڑھانے کے لیے کہیں نہ کہیں سے تو زندگی کی شروعات کرنا ہی تھیں۔ اس طرح سکندر کی زندگی کا ایک نیا موڑ شروع ہوگیا تھا جب ہی اس کی زندگی میں لالہ رخ نام کی لڑکی اچانک ہی چلی آئی تھی۔



وہ لوگ ابوبکر کے نکاح کے لیے تیار ہورہے تھے' سب ہی مصروف تھے۔ فیضان اوپر آئے تو ابوبکر لباس ہاتھ میں پکڑے بستر کے کنارے بیٹھا ہوا تھا چہرے پر گہری سوچ کا عکس تھا۔

''کیا بات ہے بیٹا؟'' انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ مسکرایا' اس کی سوچ کا جمود ٹوٹ گیا تھا۔

''نیچے بھی تیار ہوچکے ہیں' تم بھی تیار ہوجاؤ۔ کافی دیر ہورہی ہے' ہادیہ کے والد کے دو فون آچکے ہیں۔'' انہوں نے کہا تو ابوبکر سر ہلا کر ایک دم اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''سنو بیٹا!'' ابوبکر نے رک کر فیضان صاحب کو دیکھا۔

''جی۔''

''تم نے اپنے والدین کے متعلق جتنا بتایا ہم نے مان لیا لیکن کیا ہی اچھا ہوتا تمہارے والدین بھی تمہارے نکاح میں شامل ہوجاتے۔ یہی موقعے ہوتے ہیں اپنوں سے ملنے کے۔'' انہوں نے سبھاؤ سے کہا تو ابوبکر ہلکا سا مسکرایا۔

''جی میں نے سوچا تھا کہ دل سے تمام عداوتیں مٹا کر پہل کرلوں' آپ کو بتا تو چکا ہوں کہ میری والدہ نہیں ہیں اور سوتیلی والدہ سے کبھی بنی ہی نہ تھی۔ والد صاحب اپنے گھر اور باقی لوگوں کو چھوڑے عرصہ بیت چکا ہے لیکن میں کچھ دن پہلے جب ابھی ہادیہ سے نکاح کی کوئی بات طے نہ تھی سوچا تھا کہ اپنے والد صاحب کو بھی شادی کا کارڈ دے دوں' میں وہاں گیا تھا تو علم ہوا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے آؤٹ آف سٹی ہیں۔''

''اوہ..... تم پھر چلے جاتے شاید وہ اب تک آچکے ہوتے۔'' فیضان صاحب کو افسوس ہوا تھا۔

''جی ارادہ تو یہی تھا اس بار میں ان کے گھر گیا تھا' وہاں لاک تھا' شاید وہ لوگ ابھی تک آؤٹ آف سٹی ہیں۔'' ابوبکر نے رسان سے سب بتایا تو فیضان صاحب نے سر ہلادیا۔

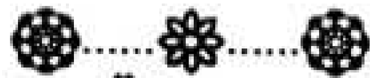
''او کے کوئی بات نہیں تم تیار ہوجاؤ' نیچے سب ریڈی ہیں پھر ہادیہ کی طرف چلتے ہیں۔'' وہ کہہ کر کندھا تھپتھپا کر واپس آگئے تھے۔

وہ واپس آئے تو ایک کمرے سے بجی سنوری خوب صورت لباس زیب تن کیے رابعہ نکل کر آئی تھی' انہوں نے رک کر اسے بغور دیکھا۔ اس کے چہرے پر کسی بھی قسم کا کوئی بھی ملال و رنج نہ تھا بلکہ وہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی' کان سے موبائل لگا رکھا تھا۔

''ہاں ہاں' تم بس اچھی طرح تیار ہوکر بیٹھو ہم آرہے ہیں۔'' نجانے دوسری طرف سے کیا کہا گیا تھا وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

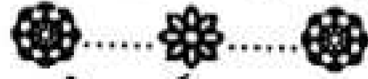
''ہم تو دوستی کے لیے جان بھی قربان کردینے کے قائل ہیں یہ ابوبکر کیا چیز ہے۔'' فیضان صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی رینگ گئی تھی۔
''اوکے...... اوکے بابا! میں ذرا تمہارے ابوبکر صاحب کو بھی دیکھ لوں کہاں تک پہنچی ان کی تیاری' تم ٹینشن نہ لو ہم وقت پر ہی آئیں گے۔'' وہ ہنس کر کہتے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔
''رابعہ......'' رابعہ فیضان کی آواز پر ایک دم رکی تھی۔
''جی ماموں۔'' وہ تیزی سے ان کے پاس آٹھہری' موبائل ابھی بھی کان سے لگا ہوا تھا۔
''میں ذرا تم سے بعد میں بات کرتی ہوں' اوکے اللہ حافظ۔'' اس نے کال ڈسکنیکٹ کی' فیضان نے اسے بغور دیکھا۔ اس کے چہرے میں انہیں کوئی تشبیہ دکھائی دی تو ان کے دل میں غبار سا بھرنے لگا' انہوں نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔
''ماشاءاللہ۔'' ہونٹوں سے بے اختیار نکلا تھا۔
''خوش ہونا؟'' انہوں نے پوچھا تو رابعہ نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔
''جیتی رہو۔'' انہوں نے ایک دم وارفتگی سے اسے بازو کے حصار میں لے کر ساتھ لگالیا۔
زندگی میں وہ بہت کم جذباتی ہوئے تھے لیکن اس پل نجانے کیا ہوا تھا کہ خود پر سے اختیار اٹھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔
انہوں نے اس کا چہرہ تھام کر پیشانی پر بوسہ دیا تو رابعہ خائف ہوگئی تھی۔
''ماموں۔'' اس کے لیے فیضان صاحب کا یہ پُر جوش انداز حیران کن تھا۔ ادھر سے اُدھر مصروف ثریا بیگم یہ منظر دیکھ کر ایک دم ٹھٹکی تھیں' وہ فوراً قریب آئی' انہوں نے دیکھا فیضان کی آنکھوں میں نمی سی تھی۔ ہمیشہ خود کو ہر حال میں کمپوز رکھنے والا مرد اس وقت عجیب سی شکستگی سے دوچار لگ رہا تھا۔
''فیضان......'' انہوں نے پکارا تو رابعہ کو والہانہ انداز میں خود سے لگائے فیضان صاحب چونکے تھے۔ ثریا بیگم کی آنکھوں میں نجانے کیا تھا کہ وہ لب دانتوں تلے بھینچ کر رابعہ کو بازو کے حصار سے نکال کر وہاں سے تیزی سے نکل گئے تھے' رابعہ نے حیرت سے انہیں جاتے دیکھا تھا۔
''امی یہ ماموں کو کیا ہوا؟'' اس نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔
''آں...... پتا نہیں...... تم یہاں کیوں کھڑی ہو' ساری تیاری مکمل ہوگئی کیا۔'' صاف لگ رہا تھا کہ انہوں نے بات پلٹنے کی کوشش کی ہے' رابعہ نے الجھ کر ماں کو دیکھا۔
''جی...... سب ہی کچھ مکمل ہے۔'' رابعہ کو ابھی بھی اپنی پیشانی پر عجیب سے لمس کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ اپنی پیشانی کو انگلیوں سے چھوتے عجیب غائب الدماغی کیفیت میں وہاں سے پلٹی تھی۔ اسے بھول گیا تھا کہ وہ اوپر ابوبکر کو دیکھنے جا رہی تھی وہ واپس اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ وہاں بھابی گڑیا کو تیار کر رہی تھیں' اس کا موبائل پھر بجنے لگا تو وہ اپنے ذہن کو جھٹکتے موبائل کی طرف متوجہ ہوئی تھی' سر عباس کی کال تھی۔
''السلام علیکم سر!''
''وعلیکم السلام' کیسی ہیں رابعہ؟'' عباس نے پوچھا۔
''اللہ کا شکر ہے۔''
''میں آپ کی طرف آجاؤں یا پھر سیدھا ہادیہ کی طرف چلا جاؤں۔'' عباس نے پوچھا۔
''آپ واقعی آرہے ہیں سر؟'' اس نے عباس کی بات سن کر بے یقینی سے پوچھا۔

''تو کیا مطلب ہے میں کوئی مذاق کررہا ہوں؟''
''نہیں......نہیں......میں یہ تو نہیں کہہ رہی آپ کو جیسا مناسب لگے کرلیں ہماری طرف آنا ہے تو آجائیں ورنہ ہادیہ کی طرف چلے جائیں۔''
''آپ نے تو انوائٹ ہی نہیں کیا' کیا جاتا ہے اگر بندہ صلح ہی مار لے تو۔'' دوسری طرف عباس واقعی چونچالی کے موڈ میں تھا۔
''ایسی بات نہیں سر! یہ تو ابوبکر اور ہادیہ کا نکاح ہے ہم کون سا بارات لے کر جارہے ہیں بس نکاح ہی کررہے ہیں۔ ویسے بھی آپ کہہ رہے تھے کہ آپ ہادیہ کی طرف سے شامل ہوجائیں گے تو میں نے بھی انوائٹ نہ کیا۔''
''وہ تو میں نے آپ سے ملنا تھا سو ہادیہ کی طرف سے شامل ہونے کا کہہ دیا تھا۔'' عباس نے کہا تو وہ ایک دم گہرا سانس لے کر رہ گئی۔
''اوکے سر! آپ ایسا کریں ہماری طرف ہی آجائیں' آپ میری طرف سے انوائٹڈ ہیں' ہم آپ کا انتظار کرلیتے ہیں۔'' رابعہ نے عجلت میں کہا' باہر سے اس کے نام کی آوازیں پڑرہی تھیں' اس نے جلدی جلدی بات سمیٹنا چاہی تھی۔
''اوکے میں رستے میں ہی ہوں' کچھ دیر میں پہنچ جاؤں گا۔'' عباس نے کہا تو رابعہ نے چند ایک مزید رسمی باتوں کے بعد کال بند کردی تھی۔
''کس کی کال تھی؟'' بھابی گڑیا کو تیار کرچکی تھیں' باہر نکلنے سے پہلے انہوں نے پوچھا۔
''سر عباس کی تھی' وہ ہادیہ کی طرف سے انوائٹڈ تھے' میں نے انوائٹ نہیں کیا تو شکوہ کررہے تھے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔
''تم نے اپنی شادی کا کارڈ تو بھجوایا تھا پھر کیسا شکوہ؟''
''لیکن یہ تو ہادیہ اور ابوبکر کے نکاح کا انویٹیشن تھا' اپنی شادی سے متعلق تو سب بتا کر میں نے آنے سے ایکسکیوز کردیا تھا۔''
''او......اچھا ویسے خوش ہونا؟'' بھابی نے پوچھا تو وہ مسکرائی تھی۔
''سو فیصد بھابی!''
''سدا خوش رہو یونہی مسکراتی ہنستی۔'' وہ اس کا گال تھپک کر کمرے میں چلی گئی تھیں۔
رابعہ نے مسکرا کر ان کو جاتے دیکھا اور پھر خود بھی باہر نکل آئی تھی جہاں ثریا بیگم کسی کام کی وجہ سے اسے پکار رہی تھیں۔



شہوار کالج سے آنے کے بعد مسلسل سراپا انتظار بنی ہوئی تھی' مصطفیٰ آفس جاچکا تھا۔ شام کا وقت ہوا تو وہ نماز پڑھ کر کچن میں چلی آئی تھی' لائبہ تو آج کل ریسٹ پر تھی۔ اس کی ڈلیوری کے دن جوں جوں نزدیک آتے جارہے تھے ماں جی اسے مکمل طور پر آرام کروا رہی تھیں۔ اس نے ملازمہ کے ساتھ مل کر کھانا پکوایا' سات بجے کے بعد بھی نے گھر آنا شروع کردیا تھا' عباس کہیں انوائٹڈ تھا وہ تو جاچکا تھا۔ اس وقت سوائے مصطفیٰ کے باقی سبھی افراد گھر پر موجود تھے۔ وہ ملازمہ کو ہدایت دیتی باہر آئی تو راہداری سے گزرتے ٹھٹک گئی۔ راہداری کے دوسری طرف دریہ تھی جو کسی سے مخاطب تھی۔
''پلیز ڈونٹ وری' کھانا جیسے ہی موقع ملا میں لے کر آجاؤں گی۔''

''اُف تم کیوں نہیں سمجھ رہے' اس وقت ممکن نہیں۔'' نجانے کس کی بات ہورہی تھی۔
''وہ آج گھر آ گیا تھا وہ کسی بھی وقت گھر آ سکتا ہے' آج تو کسی بھی طرح ممکن نہیں' دیکھو میں کچھ سوچتی ہوں اور پھر کسی دن موقع دیکھتے ہی کرلوں گی' پلیز ڈونٹ بی سلی' صبر سے جو کام ہو وہ زیادہ اچھا اور فائدہ مند ہوتا ہے۔''
''اوئے' ڈونٹ وری' آئی ایگری ود یو' اوکے' سی یو' بائے۔'' آواز بند ہوگئی تھی۔ شہوار الجھ گئی تھی وہ فوراً آگے بڑھ تھی کچھ دور جاکر وہ پھر رک تھی۔ دریہ بڑے محتاط انداز میں چلتی ہوئی واپس کمرے میں گئی تھی۔ شہوار الجھتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔
مصطفیٰ کسی بھی وقت گھر آ سکتا تھا۔ وہ الماری کھول کر لباس نکال کر واش روم میں گھس گئی تھی۔



عباس رابعہ کے ہاں پہنچا تو سہیل اور فیضان ماموں نے گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ وہ لوگ تیار ہی تھے' بہت زیادہ لوگ نہ تھے چند قریبی دوست احباب ایک دو رشتہ دار اور گھر کے لوگ۔ ابوبکر کی گاڑی کے علاوہ دو اور گاڑیاں رینٹ پر لی گئی تھیں جبکہ عباس اپنی گاڑی میں تھا۔ ابوبکر کے ساتھ اس کی گاڑی میں بھابی' ثریا بیگم کے علاوہ دو اور رشتہ دار خواتین تھیں' ابوبکر گاڑی خود ڈرائیور کررہا تھا۔
باقی دو گاڑیوں میں باقی دوست احباب سوار ہوچکے تھے۔ وہ فیضان ماموں کے ساتھ گھر کے تمام لاکز چیک کرتی تمام لائٹس چیک کرکے واپس آئی تو صرف وہاں سہیل بھائی ماموں اور سر عباس تھے۔ یقیناً ان سب نے اب سر عباس کے ساتھ ہی جانا تھا' رابعہ نے حسب عادت چادر اوڑھی تھی۔ میک اپ ہونے کی وجہ سے کچھ چہرہ بھی چادر کے اندر کرلیا تھا۔ گاڑیاں بھی روڈ پر تھیں وہ سہیل کے ساتھ چلتی گاڑی تک آئی تو سر عباس منتظر تھے' باقی گاڑیاں روانہ ہوچکی تھیں۔
''السلام علیکم سر!'' قریب آنے پر اس نے حسب عادت سلام کیا تھا۔
عباس ایک پل کو چونک کر رہ گیا تھا' دونوں کا اب سامنا ہو رہا تا۔ شام کے بعد کے ملگجے اندھیرے میں خوب صورت لباس اور جگمگاتا وجود ساری توجہ کھینچ کرلے گیا تھا' اس نے سر کے اشارے سے جواب دیا' عباس نے فوراً اس کے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا تھا جبکہ دوسری طرف فیضان صاحب بیٹھ چکے تھے۔ سہیل بھائی فرنٹ سیٹ پر براجمان ہوچکے تھے۔ ان کے بیٹھنے کے بعد گاڑی روانہ ہوئی تو عباس نے غیر محسوس انداز میں عقب میں فیضان کے ساتھ بیٹھی رابعہ کو دیکھا تھا۔ وہ ابھی بھی چادر چہرے پر ڈالے ہوئے تھی اور چہرے کا جو تھوڑا بہت حصہ دکھائی دے رہا تھا وہ اس قدر دلکش لگ رہی تھی کہ عباس کا دل بار بار پلٹ کر دیکھنے کو مچل رہا تھا تاہم وہ بمشکل خود کو روک رہا تھا۔ بھائی اور ماموں کی وجہ سے رابعہ خاموش تھی' عباس ان دونوں کے ساتھ ہی بات کررہا تھا۔
وہ لوگ جلد ہی ہادیہ کی طرف پہنچ گے تھے باقی لوگ گھر کے باہر ہی ان کے منتظر تھے وہ سب لوگ ہادیہ کے گھر والوں کی طرف سے پھولوں کی پتیوں کی برسات میں اندر کی طرف بڑھے تھے۔ ان سب کا بڑا پُر جوش خیر مقدم کیا گیا تھا۔
ہادیہ کی طرف سے کافی سارے مہمان مدعو تھے' انہوں نے گھر کے لان میں باقاعدہ سجاوٹ اور اسٹیج بنا کر انتظام کر رکھا تھا' ایک طرف کھانے کا انتظام تھا' ٹیبلز سیٹ تھیں۔ اندر آ کر رابعہ نے چادر اتار دی تھی' خواتین اور مرد حضرات کی سیٹنگ علیحدہ علیحدہ تھیں تاہم درمیان میں کسی بھی قسم کا کوئی پردہ نہ تھا۔
سہیل اور ابوبکر کے ساتھ بیٹھے عباس کی نگاہیں بار بار اپنی بھابی اور ماں کے ساتھ دوسری طرف خواتین کی طرف

بیٹھی رابعہ کے وجود کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ انتہائی دلکش سراپا' مناسب وجود اور قد وقامت' بہت عرصے بعد عباس کے اندر فیلنگز پیدا ہو رہی تھیں۔ عادلہ کو اس کی خوب صورتی اور حد سے بڑھے ہوئے کانفیڈنٹ کی وجہ سے اس نے سلیکٹ کیا تھا جبکہ رابعہ تو عادلہ سے بالکل متضاد تھی۔ رابعہ کا کردار' اس کا اخلاق' اس کے اطوار سب عادلہ سے مختلف تھا شاید رابعہ کی طرف متوجہ ہونے کے لیے یہی سبب بنا تھا۔ رابعہ ہادیہ سے ملنے کا کہہ کر اندر کی طرف بڑھی تو عباس بھی سہیل اور ابوبکر سے ایکسکیوز کرتا وہاں سے نکل آیا تھا۔

ہادیہ کے ان سے فیملی ٹرمز تھے' سو عباس کو یہاں موجود دیکھ کر ہادیہ کے والد بہت خوش ہوئے تھے۔ رابعہ جیسے ہی اندرونی دروازے کو عبور کرکے اندر داخل ہوئی تھی عباس بھی فوراً پیچھے آ گئے تھے۔

''رابعہ......'' رابعہ اس پکار پر رکی تھی' عباس فوراً اس کے سامنے آ رکے تھے۔

''کیسی ہیں؟'' عباس نے مسکرا کر پوچھا تو وہ مسکرائی۔

''بالکل ٹھیک۔''

''اچھی لگ رہی ہیں۔'' عباس نے کہا تو وہ چونکی' الجھ کر اسے دیکھا۔

''جی......''

''آپ سے کل ملنے کی درخواست کی تھی میں نے۔'' عباس نے کہا تو وہ الجھ کر دیکھنے لگی۔

''ہاں تو آپ کو بلا تو لیا ہے میں نے۔'' عباس رابعہ کی بات پر ایک دم کھلکھلا کر ہنسا تھا۔

''میں نے آپ کو بتایا تھا کہ مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' رابعہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

''ہم کہیں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟''

''ہادیہ کے پاس جا رہی ہوں آپ بھی چلیں ادھر ہی بات کر لیتے ہیں۔''

''نہیں بات ایسی ہے کہ میں اس قدر ہجوم اور شور شرابے میں نہیں کر سکتا۔'' رابعہ نے الجھ کر سر عباس کو دیکھا۔ عام حلیے سے برعکس آج وہ نک سک سے تیار اچھی ڈریسنگ میں تھے۔

''تو......؟''

''کہیں چلیں؟'' عباس کے انداز ہی نہیں آج مزاج بھی نرالا تھا۔

''کہاں؟'' وہ مشکوک ہوئی۔

''کہیں باہر......''

رابعہ نے گھورا۔ ''کیوں؟''

''اہم بات ہے اس لیے۔'' انداز پرسکون تھا۔

''ایسی کیا خاص بات ہے جو یہاں نہیں ہو سکتی؟'' چڑ کر پوچھا۔

''کچھ خاص ہے تو کہہ رہا ہوں۔''

''ایم سوری میں کہیں نہیں جا سکتی جو بھی کہنا ہے یہیں کہہ لیں۔'' وہ فوراً انکاری ہوئی۔

''اوکے۔''

''ایک پروپوزل ہے آپ کے لیے۔'' پروپوزل کے لفظ پر رابعہ نے الجھ کر دیکھا۔

''کیسا پروپوزل؟''

''ایک جاب کا۔'' عباس کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ تھی۔

''جاب......؟''

''جاب کی نوعیت کچھ مختلف ہوگی اس بار۔'' رابعہ نے الجھ کر دیکھا عباس کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔

''چوبیس گھنٹے کی جاب ہوگی اور لوکیشن آفس کی بجائے گھر ہوگا۔'' رابعہ کچھ نہ سمجھ پائی تھی۔

''جی سر...... یہ کیسی جاب ہے بھلا؟'' عباس ہنس دیا تھا۔

جس طرح آپ نے سر سر کی رٹ لگا رکھی ہے مجھے لگتا ہے میں یہاں کھڑے ہوکر ساری عمر بھی جاب کی نوعیت سمجھاتا رہوں تو بھی آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔''

''اب ایسی بھی بات نہیں۔'' وہ ایک دم شرمندہ ہوئی تھی۔ ''اگر آپ سادہ الفاظ میں وضاحت کردیں تو مجھے سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ یہ کس قسم کی جاب ہے۔'' وہ دونوں راہداری میں کھڑے تھے۔ اردگرد سے کوئی نہ کوئی گزر رہا تھا۔

''آئیں میرے ساتھ۔'' عباس نے ایک دم رابعہ کا ہاتھ تھاما اور چلنا شروع کردیا۔

رابعہ تو ایک دم حیرت سے گنگ بغیر کچھ سمجھے اس کے ساتھ گھسٹ رہی تھی' وہ اسے لے کر قدرے پرسکون سے گوشے کی طرف آرکا تھا۔ یہ گھر کا اندرونی حصہ تھا' کھلا ہال نما کوئی کمرہ یہاں لوگوں کی آمدورفت بہت کم تھی۔

''آسان لفظوں میں اس جاب کی وضاحت یہ ہے کہ میں آپ کو پرپوز کررہا ہوں۔'' عباس نے ابھی بھی اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ بہت مضبوطی سے دونوں ہاتھوں میں اس کا ہاتھ تھام کر رابعہ کو دیکھتے اس نے کہا۔

''ول یو میری می؟''

''جی......'' رابعہ ایک دم ساکت ہوئی تھی۔ عباس کے ہاتھ کی پُرجوش حدت اور آنکھوں میں موجود چمک وہ تو ششدر رہ گئی تھی۔

''شادی کریں گی مجھ سے۔'' رابعہ نے ایک دم ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

''یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ سر؟'' اس کے چہرے پر شدید ناگواری کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

''کیوں بُرا لگا آپ کو کیا؟'' عباس بھی ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔ رابعہ نے الجھ کر سر کو دیکھا' ایک دم آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔

''نہیں سر! مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ یہ کیسے ممکن ہے' کہاں آپ کہاں میں؟'' وہ حیرت سے گنگ تھی۔

''آپ شاید میرے میریڈ ہونے کی وجہ سے معترض ہیں۔''

''پلیز سر! مجھ سے ایسی کوئی بات مت کریں۔''

''کیوں؟''

''اگر یہ مذاق ہے تو انتہائی غیر سنجیدہ مذاق ہے اور مجھے یہ سب بہت بُرا لگ رہا ہے۔'' رابعہ نے تلخی سے کہا۔

''کیوں کسی بھی لڑکی کو پرپوز کرنا بُرا ہوتا ہے کیا؟'' رابعہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ خاموشی سے عباس کی سائیڈ سے ہوتے وہاں سے جانے لگی تھی۔

''جواب تو دیتی جائیں۔'' عباس نے کہا تو وہ رکی۔

''میرے معاملے میں کسی بھی قسم کے سوال وجواب کا اختیار میری فیملی کے پاس ہے۔ اول تو مجھے اس پرپوزل سے شدید حیرت ہورہی ہے اور فرض کریں اگر مجھے کوئی اعتراض نہ بھی ہو تو بھی میں اس پرپوزل کو اپنے لیے سوٹ ایبل نہیں سمجھوں گی لیکن جو بھی کہنا ہے وہ میرے بڑوں سے کہیے' میری ذات سے متعلق ہر طرح کے فیصلے کا اختیار صرف ان کو حاصل ہے۔'' وہ کہہ کر چلی گئی' عباس پُرسوچ انداز میں اسے جاتے دیکھتا رہا۔

مصطفیٰ گھر آیا تو بجی سنوری سی شہوار منتظر تھی' مصطفیٰ کو لگا کہ جیسے ایک دم ساری اعصابی تھکن کہیں جا سوئی ہو۔ شہوار کچن میں موجود تھی مصطفیٰ سیدھا وہیں آ گیا تھا۔

''مصروف ہو۔'' کھانا تیار تھا وہ ملازمہ کی مدد سے ٹیبل پر لگوا رہی تھی' مصطفیٰ کو دیکھ کر سنجیدگی اختیار کی تھی۔

''جیسے آپ پچھلے کئی دنوں سے سخت بزی ہیں۔'' تیکھا سا جواب دے کر اس نے ڈونگے میں سالن نکال کر ملازمہ کو تھمایا۔ ملازمہ مسکراتی ہوئی دونوں کو معنی خیزی سے دیکھتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ مصطفیٰ نے گھور کر دیکھا۔

''دیکھو ایسی باتیں کرو گی تو لڑائی ہوگی پھر۔''

''آپ صلح ہی کب رہنے دیتے ہیں؟'' وہ اب بھی سنجیدہ تھی۔

''مطلب ہماری اب تک جتنی بھی لڑائیاں ہوئی ہیں وہ سب میری وجہ سے ہوئی ہیں۔''

''سچ تو یہی ہے۔'' شہوار کا انداز ہنوز وہی تھا۔

''سچ کی کچھ لگتی' میں تھوڑا سا منہ بناؤں وہ فوراً دکھائی دیتا ہے اور جو ڈھیروں کے حساب سے محبت نچھاور کرتا ہوں وہ کہیں دکھائی نہیں دیتی۔'' ہاتھ پکڑ کر قریب کرتے مصطفیٰ نے کہا تو شہوار کنفیوژ ہونے لگی۔

''جب کوئی بلاوجہ ناراض ہوگا تو جواباً دوسرا بندہ یہی سوچے گا نا۔''

''وہ بلاوجہ نہیں تھا۔'' مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

''تو پھر اس دن کیوں اور کس بات پر ناراض ہو کر گئے تھے۔'' مصطفیٰ کو سنجیدگی سے دیکھتے پوچھا۔

''ناراض نہیں تھا بس غصہ تھا۔''

''لیکن کیوں' میں نے کیا کیا تھا' آپ نے دوپہر میں بھی کہا تھا کہ میری غلطی تھی' ایسی کیا غلطی تھی جو میرے خود بھی علم میں نہیں۔'' وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

''کیا ساری باز پرس یہیں کر لوگی' کھانا وغیرہ کچھ نہیں دوگی۔ یار سخت بھوک محسوس ہو رہی ہے' پہلا کام پیٹ پوجا پھر کوئی کام دوجا۔'' شرارت سے خود کے قریب کرتے چہرے پر جھک کر کہا تو شہوار کے چہرے کے تیور اور رنگ دونوں ایک دم بدلے تھے۔

''کھانا تیار ہے ٹیبل پر چلیں میں سب کو اطلاع دے دوں۔'' وہ کہہ کر مصطفیٰ کو پیچھے کرتی باہر نکل گئی تھی۔

کھانا سب ہی نے مل کر کھایا تھا' کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔ آج مصطفیٰ کافی دنوں بعد سب میں یوں مل کر بیٹھا تھا تو پاپ بھائی اور بابا صاحب سے ایک لمبی ڈسکشن ہوئی تھی اس کی۔ شہوار کمرے میں انتظار کرتے کرتے تھک گئی تو لیٹ گئی تھی تب کہیں جا کر مصطفیٰ کمرے میں آیا تھا۔ وہ کروٹ بدلے لیٹی رہی تو مصطفیٰ بستر پر آ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا' شہوار نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

''اتنی خوب صورت لگ رہی ہو ان کپڑوں میں' ایسے میں یوں ناراض ناراض سی اچھی نہیں لگ رہیں۔'' مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں سے بازو ہٹا کر دیکھنا چاہا تو اس نے بازو کھینچ لیا تھا۔

''ہاں جیسے ناراض ہونے کے سارے اختیارات تو بس آپ کو ہی تو حاصل ہیں۔'' وہ بہت سنجیدہ تھی' مصطفیٰ ہنس رہا تھا' جھک کر اس کی پیشانی چھونا چاہی تو وہ پیچھے کھسک گئی۔

''دیکھو اب تم خود زیادتی کر رہی ہو' اتنے دنوں بعد ہم دونوں مل رہے ہیں ایسے تو مت کرو۔''

''میں جو پچھلی کئی راتوں سے سخت اذیت میں ہوں وہ کہیں نظر نہیں آ رہی' اب اپنا دل ہے تو محبت جتانے کو پاس

آ گئے۔'' وہ سخت خفا تھی' مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔
''او کے بابا سیز فائر۔'' مصطفیٰ نے ہاتھ اٹھا کر صلح جو انداز میں کہا تو شہوار نے سنجیدگی سے دیکھا۔ مصطفیٰ مسکرایا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر بیٹھ گیا تھا۔ بازو شہوار کی کمر کے پیچھے حمائل کرتے اسے خود سے قریب کرلیا تھا۔
''میں بہت ٹینس رہی ہوں آپ کیوں خفا ہوئے تھے اس دن۔'' اس کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔
''اس دن میں نے تم سے جب پوچھا کہ تم کہاں تھیں تو تم نے بہت الٹا جواب دیا تھا' میں پہلے ہی کسی وجہ سے غصے میں تھا یہ جواب سن کر اور غصہ آ گیا تھا۔''
''میں اس دن دریہ کے ساتھ شاپنگ کے لیے گئی تھی' دریہ کو جانا تھا ماں جی کو اکیلے بھیجنا اچھا نہیں لگ رہا تھا تو انہوں نے مجھے ساتھ بھیجا تھا۔''
''تو یہی بات تم اس دن بھی بتا سکتی تھی نا۔''
''تو آپ نے موقع ہی کب دیا تھا؟'' اس نے جتایا تو مصطفیٰ نے پُرسوچ نظروں سے شہوار کو دیکھا۔
''ایک اور سوال پوچھوں گا۔'' شہوار نے سوالیہ نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا۔ مصطفیٰ نے اپنا موبائل اٹھا کر واٹس اپ نکال کر اس میں موجود وہ پک نکال کر شہوار کے سامنے کی تھی۔
''یہ کب کی تصویر ہے؟'' شہوار نے حیران ہو کر تصویر کو دیکھا تھا۔
''یہ..... یہ.....'' وہ تصویر سے زیادہ اس کے ساتھ لکھی سطر پڑھ کر پریشان ہوگئی تھی۔ کتنے گندے الفاظ میں اس پر کمنٹس کیے گئے تھے۔
''مجھے نہیں پتا۔'' وہ واقعی پریشان ہوگی تھی۔ ''میں خود پہلی بار تصویر دیکھ رہی ہوں۔''
''اور یہ لڑکا کون ہے؟'' مصطفیٰ نے پھر سوال کیا تو شہوار نے پریشانی سے مصطفیٰ کی شکل دیکھی' وہ بالکل سنجیدہ تھا۔
''یہ ہاشم ہے ہمارا کالج فیلو وہی جس کا ایک بار کالج کی کینٹین میں ایاز کے ساتھ میرے ساتھ بدتمیزی کرنے پر جھگڑا ہوا تھا۔'' مصطفیٰ نے بغور اس کی بات سنی اور پھر ایک گہرا سانس لیا۔
''لیکن یہ ہے کیا مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔''
''یہ پک اس دن جب میں غصہ میں گیا تھا تبھی ایاز نے سینڈ کی تھی۔''
''ایاز نے.....؟'' شہوار ایک دم خوف زدہ ہوئی تھی۔
''یس ایاز نے۔'' مصطفیٰ نے شہوار کے الجھے ہوئے پریشان چہرے کو دیکھا۔
''کچھ اندازہ ہے یہ کب کی تصویر ہے؟'' شہوار نے پک کو بغور دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔
''مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی' ہو سکتا ہے ایڈیٹنگ ہو۔'' اس نے اپنا خیال ظاہر کیا تو مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔
''میں چیک کروا چکا ہوں یہ رئیل پک ہے۔''
''مجھے علم نہیں' مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔'' وہ الجھی تھی۔
''یاد کرنے کی کوشش کرو تم کب اس لڑکے کے ساتھ اور کہاں کھڑی تھیں؟'' مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے چونک کر مصطفیٰ کو دیکھا۔
''آپ اس ہاشم کے ساتھ کھڑے دیکھ کر مجھ پر شک کر رہے ہیں کیا؟''
''مائی گاڈ..... دماغ خراب ہے تمہارا' میں کیوں شک کروں گا؟''

دنیا کے لئے اتنی محنت کر جتنا تجھے یہاں رہنا ہے
آخرت کیلئے اتنی محنت کر جتنا تجھے وہاں رہنا ہے
اللہ کی رضا کیلئے اتنی کوشش کر جتنا تو اس کا محتاج ہے
گناہ اتنا کر جتنا تجھ میں عذاب سہنے کی طاقت ہے
صرف اسی ذات سے مانگ جو کسی کا محتاج نہ ہو
جب تو گناہ کرے تو اسی جگہ جا جہاں تجھے وہ نہ دیکھے
ثمینہ عبدالخالق......سکندر چوک

''اگر شک نہیں کر رہے تو پھر مجھ سے کیوں یہ سب پوچھ رہے ہیں' اس دن آپ اس پک کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو کر گئے تھے نا۔'' شہوار کا موڈ ایک دم بدلا تھا۔

''گیا تو بس اس وجہ سے تھا لیکن ضروری نہیں کہ میں تم پر شک کر رہا ہوں۔''

''تو پھر اس ساری بازپرس کا کیا مطلب ہے؟ یا تو آپ کو مجھ پر شک ہے یا پھر غصہ اور غصہ کیوں آیا تھا۔''

''غصہ یار تمہارے جواب پر آیا تھا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس پک دیکھ کر۔''

''میرا اس پک سے ایسا ویسا کوئی تعلق نہیں' یہ پک ایاز نے سینڈ کی ہے اسی سے جا کر پوچھیں کہ اس نے کیوں سینڈ کی ہے اور کہاں سے حاصل کی ہے۔'' وہ ایک دم سخت غصے کا شکار ہوئی تھی۔ اس کے اندر شدید بدگمانی پیدا ہوئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے مصطفیٰ اس تصویر کو لے کر اس کے کردار پر شک کر رہا ہے۔

''وہ تو میں اس سے بھی پوچھ لوں گا اس گھٹیا حرکت پر اسے چھوڑوں گا تو نہیں لیکن پہلے تم بتاؤ یہ پک کہاں کی ہے؟'' مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے سنجیدگی سے مصطفیٰ کو دیکھا اور پھر ایک دم بستر سے اتر گئی۔

''کیا ہوا......کہاں جا رہی ہو؟'' اسے جوتا پہن کر دوپٹہ درست کرتے باہر کی طرف قدم بڑھاتے دیکھ کر مصطفیٰ بھی ایک دم پیچھے لپکا تھا۔

''آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں اور میں بڑے حوصلے سے بیٹھ کر سب کچھ سن لوں' ناممکن۔''

''تم بات کو غلط رخ پر مت لے کر جاؤ شہوار۔''

''میرا تو روزانہ کالج میں ہاسٹل میں کہیں نہ کہیں ہاشم سے سامنا ہو جاتا ہے' مجھے اب کیا علم کہ یہ کب کی تصویر ہے لیکن جس طرح آپ ساری تفتیش کر رہے ہیں اس سے تو بس ایک ہی مطلب نکلتا ہے کہ آپ کو مجھ سے زیادہ اس تصویر بھیجنے والے کی اس گھٹیا بات سے اتفاق ہے جو اس نے اوپر لکھ رکھی ہے۔''

''شہوار پلیز ڈونٹ بی سلی' ایسی کوئی بات نہیں۔'' بات کو غلط رخ پر جاتے اور بگڑتے دیکھ کر مصطفیٰ نے بختی سے شہوار کا بازو پکڑ کر روکا لیکن شہوار نے جھٹکے سے اپنا بازو کھینچ لیا تھا۔

''میں سمجھتی تھی آپ مجھ پر بہت اعتماد کرتے ہیں' مجھ سے بھی زیادہ آپ مجھے جانتے ہیں اور کبھی بھی کسی بھی سلسلے میں مجھے آپ کو وضاحت دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی لیکن مجھے یہ جان کر ہی حیرت ہو رہی ہے کہ آپ اس دن اس بات کو لے کر مجھ سے خفا ہو کر گئے تھے اور میں کتنی کالز کرتی رہی' میسجز کرتی رہی اور آپ نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں اور اب جبکہ یہاں ہیں تو کلیئر کروا کر آئے ہیں کہ یہ پک ایاز نے سینڈ کی تھی۔'' وہ تو پھٹ پڑی تھی۔

''شہوار میں تم سے کسی بھی قسم کی وضاحت نہیں مانگ رہا' تب کا غصہ ایک وقتی غصہ تھا اور میں اب بھی تمہارے

کردار پر اس طرح یقین رکھتا ہوں۔ تم سے اس تصویر کی لوکیشن اور سچوئشن کے بارے میں بس اس لیے پوچھ رہا تھا کہ مجھے سب اچھی طرح کلیئر ہوجائے کہ اصل کہانی کیا ہے۔"

"اصل کہانی تو یہ ہے کہ وہ شخص بس کسی نہ کسی طرح مجھے بدنام کرنا چاہتا ہے اور اس سے بھی زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس نے جس مقصد کے لیے یہ پک سینڈ کی تھی اس کا مقصد آپ نے پورا کردیا۔" وہ تلخی سے کہہ کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"لیکن تم اس وقت کہاں جارہی ہو؟" مصطفیٰ پھر سامنے آ گیا تھا۔

"جہنم میں۔" وہ سائیڈ سے ہوکر دروازے کی طرف لپکی' مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"احمقوں کی سی باتیں مت کرو' تم بات کو غلط رخ پر لے جارہی ہو۔" مصطفیٰ کو غصہ آنا شروع ہوگیا تھا' غصے سے ٹوکا تو شہوار نے تلخی سے ہاتھ کھینچ لیا۔

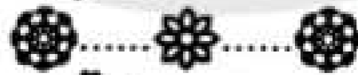
"بات میں نہیں آپ مجھ پر شک کرکے بگاڑ چکے ہیں۔"

"تم کہیں نہیں جاؤ گی اگر تم باہر گئیں تو سمجھ لینا مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" دروازے پر ہاتھ رکھ کر غصہ سے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

"اس وقت آپ سے زیادہ برا مجھے اور کوئی لگ بھی نہیں رہا' مجھے جانے دیں اگر میں یہاں کچھ دیر اور رکی تو بات بہت بگڑے گی۔" مصطفیٰ کا بازو دروازے سے ہٹا کر اس نے دروازہ کھولا۔

"او کے' جیسے تمہاری مرضی لیکن یاد رکھنا تم اپنی مرضی سے یہاں سے جارہی ہو اور دوبارہ اس کمرے میں سوچ سمجھ کر ہی آنا۔ نہ میں بات کو بگاڑ رہا تھا اور نہ ہی وضاحتیں مانگ رہا تھا۔ بیوی ہو تم میری' ایک کرپٹ انسان تمہاری تصویر کسی دوسرے انسان کے ساتھ بنا کے مجھے سینڈ کرتا ہے اور گندا سا اسٹیٹس بھی ساتھ دیتا ہے تو کیا ایسے عالم میں مجھے حقیقت کیا ہے اس کی تلاش کا کوئی حق حاصل نہیں۔" مصطفیٰ کا برہمی سے برا حال تھا۔ شہوار جواباً کچھ نہیں بولی بس کمرے سے نکل گئی تھی۔

"احمق...... نان سینس......" مصطفیٰ نے بہت غصے سے دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔



نکاح کی ساری تقریب بہت خیر و عافیت سے سرانجام پائی تھی۔ ابوبکر کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی جبکہ ہادیہ کا خوشی سے اور ہی عالم تھا۔ باقی ساری تقریب میں رابعہ عباس سے چھپتی پھر رہی تھی' عباس بھی سنجیدہ سنجیدہ سا تھا۔ ہادیہ کی رخصتی بعد میں تھی ابھی صرف نکاح ہوا تھا۔ واپسی پر بھی گاڑیوں کی طرف بڑھے تو عباس پھر سے اس کے رستے میں آرکا تھا۔

"آپ میرے ساتھ چلیں گی۔"

"آپ تو اپنے گھر جائیں گے' ہم لوگ کسی نہ کسی گاڑی میں ایڈجسٹ ہوجائیں گے' شکریہ۔" انداز کترایا کترایا سا تھا۔

"مجھے آپ سے اور بھی بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" عباس نے کہا۔

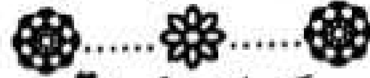
"اتنا کچھ کہہ تو چکے ہیں اور کیا رہتا ہے کہنے کو۔" نظروں کو جھکائے اس نے کہا تو عباس مسکرایا۔

"ابھی اپنے دل کی باتیں تو میں نے آپ سے شیئر ہی نہیں کیں۔" رابعہ ایک دم گھبرائی تھی۔

"پلیز سر! پریشان مت کریں' آپ کو اس طرح کی حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔ میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں'

اگر یہ سب جسٹ فارمن ہے تو میں ایکسکیوز کرتی ہوں۔ آپ کو اچھی طرح اندازہ ہوچکا ہوگا کہ میں آپ کے ٹائپ کی لڑکی نہیں ہوں۔'' وہ تلخی سے کہہ کر ایکسکیوز کرتی وہاں سے چلتی ابوبکر کی گاڑی میں جا بیٹھی تھی جہاں بھابی اور ثریا بیگم پہلے ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ عباس نے بہت سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا۔

''تم سمجھ رہی ہو کہ میں جسٹ فارمن یا ٹائم پاسنگ کے لیے تمہاری طرف بڑھا ہوں تو ایسے ہی سہی اب میں تھرو پراپر چینل سے ہی تمہاری طرف آؤں گا۔'' گاڑی میں بیٹھی رابعہ کو دیکھ کر مسکرا کر عباس نے دل میں مصمم ارادہ باندھا تھا۔



وہ رات ہسپتال میں ہی رکی تھی' روشی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ احسن بھی کافی تھکا ہوا تھا۔ وہ بھی گھر پر رک گیا تھا' وقار صاحب بھی گھر پر ہی تھے۔ وہ کچھ وقت صبوحی کے پاس رکی تھی پھر نرس آگئی تو وہ ولید کے کمرے میں آ گئی تھی۔ ولید سو رہا تھا' نرس اس کی آمد پر باہر چلی گئی تھی۔ وہ ولید کے بستر کے پاس چیئر پر ٹک گئی تھی' ولید کی کنڈیشن اب کافی بہتر تھی۔ اس کا ارادہ کچھ دیر یہاں بیٹھنے کا تھا اور پھر ولید کے جاگنے سے پہلے اٹھ کر چلے جانے کا تھا۔ وہ ولید کی فائل اٹھا کر دیکھنے لگی تھی' سارا دن کی تھکی ہاری اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کب آنکھ لگ گئی تھی۔

ولید کے سر میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھیں اس کی آنکھ کھلی لیکن سامنے کرسی پر بیٹھے وجود کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ ساکت ہوگیا تھا۔ دل کے اطراف میں درد کی عجیب سی ٹیسیں اٹھی تھیں۔ ولید نے لب بھینچ لیے تھے۔

انا کا سر ڈھلک کر کرسی کی بیک سے جا لگا تھا اور سینے پر فائل اوندھی پڑی ہوئی تھی' وہ کافی ان ایزی سوئی ہوئی تھی۔ ولید نے اسے نظر انداز کرنا چاہا تھا لیکن کر نہیں پایا تھا۔ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا' نرس بھی کمرے میں موجود نہ تھی وہ ہوتی تو شاید اس سے ہی کوئی ٹیبلٹ مانگ لیتا۔ ڈاکٹرز نے بتایا تھا کہ ایکسیڈنٹ میں اس کے سر پر چوٹ لگی تھی جس کی وجہ سے اس کے دماغ کا حصہ بھی متاثر ہوا تھا لیکن اس کے ہوش میں آنے کے بعد اس کے تمام ٹیسٹ ہونے کے بعد اس کے دماغ کی رپورٹ کلیئر آئی تھی مگر کبھی کبھی شدید درد کی لہریں اٹھنے لگتی تھیں۔

''ان......انا......'' ولید نے پکارا تو انا ایک دم ہڑبڑا کر اٹھی تھی' وہ شاید کچی نیند میں تھی ولید کو جاگتے پا کر فوراً اس کی

طرف بڑھی تھی۔

''کیا ہوا...... کچھ چاہیے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔ ولید کا جی چاہا کہ انکار کر دے لیکن پھر نجانے کیسے خود بخود اس کے منہ سے یہ سب نکل گیا تھا۔

''میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔'' ولید کی بات سن کر انا کے چہرے پر ایک دم تشویش کی جھلک نظر آنے لگی۔

''زیادہ سیریس تو نہیں۔'' قریب آ کر پیشانی پر ہاتھ رکھتے اس نے پوچھا تھا' ولید ایک دم ساکت ہو گیا تھا۔ انا کے گرم ہاتھ کا لمس اس کی پیشانی پر عجیب سا تاثر چھوڑ رہا تھا۔

''ہاں کافی زیادہ ہے برداشت نہیں ہو رہا۔'' انا پریشان ہو گئی تھی۔

''تم ان میڈیسن میں سے دیکھو شاید کوئی گولی ہو اس میں۔'' ولید کے کہنے پر وہ جلدی سے ٹیبل پر موجود ادویات چیک کرنے لگی تھی۔ اس نے ایک پتے میں سے ایک گولی نکال لی اور گلاس میں پانی انڈیل کر وہ پھر ولید کے پاس آ گئی تھی۔ سر کی چوٹ کی وجہ سے ولید کو ابھی خود سے اٹھنے کی پرمیشن نہ تھی۔ انا نے جھک کر ایک ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ کر احتیاط سے اس کے کندھوں کو اٹھا کر اسے گولی تھما کر گلاس دیا تھا۔ ولید نے گولی نگلی تو گلاس لے کر اس نے اس کا سر پھر تکیے پر رکھ دیا تھا۔

''شکریہ۔'' ولید کا انداز ایک دم نارمل سا ہو گیا تھا۔

''کوئی بات نہیں۔'' انا ہلکا سا مسکرائی پھر دونوں طرف سے خاموشی چھا گئی تھی۔

''پھوپو کیسی ہیں؟'' ولید نے پوچھا تو انا نے سر ہلایا۔

''اب بہتر ہیں' آپ کا پوچھ رہی تھیں شاید کل آپ کے پاس آئیں' وہ خود سے چل پھر سکتی ہیں اب۔'' اس نے دھیمے سے بتایا۔

''اور کون کون رکا ہے اس وقت یہاں؟'' اس نے پوچھا' انداز سنجیدہ تھا۔

''صرف میں ہی ہوں۔''

''کیوں باقی لوگ کہاں ہیں؟''

''روشی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی وہ گھر پر ہے۔ ماموں خود بیمار انسان ہیں' وہ کیسے رکتے۔ پاپا سارا دن یہیں ہی تھے اور احسن بھائی اس کی وجہ سے گھر چلے گئے تھے۔'' ولید نے سر ہلایا۔

''پھوپو کے پاس اس وقت تو کوئی نہیں ہوگا۔''

''میں ان کے پاس ہی تو تھی کچھ دیر پہلے نرس کو چھوڑ کر آئی تھی۔''

''ہنہہ......'' ولید آنکھیں بند کر گیا تھا۔

انا کچھ دیر مزید وہاں رکی اور پھر ولید کے سوتے ہی وہ دوبارہ وہاں سے نکل آئی تھی۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

